بانی: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

فی شمارہ .... -/۲۵ روپے

سالانہ .... -/۳۰۰ روپے

بذریعہ رجسٹری ..... -/۴۲۰ روپے

سالانہ زرتعاون
بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور
یورپی ممالک .... ۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور
متحدہ عرب امارات .... ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش .... ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:۔ 35043499
35049774-6

بینک اکاؤنٹ نمبر

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ

اکاؤنٹ نمبر: 0109-036-153

Email Address

albalagh_ue@cyber.net.pk

jamiadarulolumkhi@hotmail.com

www.jamiadarululoomkhi.edu.pk

کمپوزنگ

ایس ۔ بی ۔ ایس انٹرپرائز کراچی

پبلشر: محمد تقی عثمانی

پرنٹر:۔ القادر پرنٹنگ پریس کراچی

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

ہموطن افسردہ ہے!

حمدوستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنھوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

کشت وخون کا بازار گرم ہے، جان و مال کی تباہی کے خوفناک واقعات کا نہ تھمنے والا سلسلہ ہے، مہنگائی غریب عوام کے بدن سے خون نچوڑ رہی ہے شہر شہر اور بستی بستی بدامنی کی دہشت سے لوگ سہمے ہوئے ہیں، ضرورت اور خوردنوش کی اشیاء کی کمیابی ۔سے ملک کے باشندے پریشان ہیں اور روزگار کے مواقع کم ہوتے جارہے ہیں۔

جبکہ علاج معالجے کی ناقص سہولتیں، تعلیم کا گرتا ہوا معیار، سرکاری دفاتر کی شرمناک حد تک مفاد پرستی، بدعنوانی اور کام چوری، وہ پریشان کن حالات ہیں جن کی وجہ سے عام پاکستانی شدید مایوسی کی لپیٹ میں ہے۔

افواج پاکستان کو اپنے ہی ملک کی حدود میں جنگی معرکوں کا سامنا ہے اور پہلی دفعہ اپنے ہی وطن کی سرسبز وادیاں، قیمتی جنگلات، حسین پہاڑ، دور دور تک پھیلے وسیع دشت ومیدان بارود کے زہریلے دھوئیں سے ایسے سیاہ ہیں کہ تصور سے بھی دم گھٹنے لگتا ہے، فضائی بمباری اور زمینی مشینوں کی گھن گرج اور اعصاب شکن چنگھاڑ سے عورتوں اور بچوں پر قیامت گزر جاتی ہے۔ دشمن تو دشمن ہے، اس موقع پر روایتی اور سیاسی ''دوستوں'' نے بھی اپنی پوری عیاری کے ساتھ پاک وطن کے سینے میں پنجے گاڑ دیئے ہیں، عراق اور افغانستان کو ملیامیٹ کرنے کے بعد اب پاکستان یلغار کی زد میں ہے اور بھڑکتی آگ کے شعلے اب شہروں تک آپہنچے ہیں۔

دوسری طرف سیاست وحکومت کے ''پیشے'' سے وابستہ لوگ ــــ جو وطن کی محبت اور عوام کی خدمت کا نعرہ لگاتے نہیں تھکتے ــــ خود حفاظتی بنکروں میں محفوظ ہیں، عوام کی جان و مال اور درپیش

مسائل ومشکلات سے ان کو کوئی غرض نہیں ہے، ان کے شب وروز ''آج'' کی سج دھج اور ''کل'' کی تیاری میں گزر رہے ہیں۔

اسلام دشمن طاقتوں نے پاکستانی معاشرے کو اسلام اور دینی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کیلئے بھی جنگی بنیادوں پر کام شروع کردیا ہے جس کے اثرات ظاہر ہونے لگے ہیں، دینی مدارس پر الزامات کی بوچھاڑ ہے، مساجد سے وابستہ لوگوں پر دہشت گرد ہونے کا شک کیا جاتا ہے، داڑھی رکھنا اور دینی وضع قطع اختیار کرنا مشتبہ عمل سمجھا جانے لگا ہے، شرم وحیا اور دینی وقومی غیرت وحمیت شریف انسان کیلئے بلند اخلاقی اقدار نہیں بلکہ اس کیلئے گالی بنادی گئی ہے۔

مغربی میڈیا کی کافرانہ یلغار دشمنوں کے جارحانہ حملوں اور عالم کفر کے شدید دباؤ کی وجہ سے وہ مطالبات بھی اب دبا دیئے گئے ہیں جن کیلئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا کہ اس وطن کے طول وعرض اور اجتماعی زندگی کے ہر موڑ پر اسلامی تعلیمات کی خوشبو مہکے، یہاں ہر طرح کے سماجی اور اخلاقی جرائم کے خاتمے کیلئے شریعت نافذ ہو اور مسلمان باشندے کافرانہ نظام کے بجائے ان آسمانی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گذاریں جن میں انسانی حقوق کا مکمل تحفظ ہے اور ان جن کی موجودگی میں ملک کے ہر باشندے کی جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی بھرپور ضمانت ہے، ان تعلیمات کی رو سے حکومت کا ہر عہدہ اور مملکت کا ہر اثاثہ مقدس امانت ہے جس کی ذمہ داری زرو زور سے نہیں بلکہ اہلیت وصلاحیت کی بنیاد پر سپرد کی جاتی ہے۔

لیکن اب ان خواہشات ومطالبات کی کوئی بازگشت سنائی نہیں دیتی، مغربی میڈیا اور دشمنان اسلام نے ایسی فضا بنا ڈالی ہے کہ دین کی شکل وصورت اختیار کرنا، دین کی بالادستی کیلئے کسی خواہش کا اظہار کرنا، کسی کافرانہ طرز عمل کے خلاف آواز اٹھانا اور دینی اقدار اور اسلامی تعلیمات وہدایات کے فروغ کیلئے عملی اقدام کرنا دہشت گردانہ طرز عمل قرار دیا جارہا ہے۔

پاک فوج کو ماضی میں بھی دو بڑی خونریز جنگوں کا سامنا کرنا پڑا، پہلی جنگ (۱۹۶۵ء) پوری قومی وحدت کے ساتھ لڑی گئی تھی اور قوم اس معرکے میں سرخرو ہوکر نکلی تھی، فوج کا وقار بلندترین سطح پر پہنچ گیا تھا، جبکہ دوسری جنگ سیاسی بے تدبیری کا شاخسانہ تھی اور خوفناک نتائج کا سبب بنی جس کے نتیجے میں ملک بھی دو ٹکڑے ہوگیا، جنگ کے پورے عرصے میں قوم وحدت کے بجائے انتشار کا شکار رہی۔

آج بھی فوج اپنی پوری عسکری تیاری اور تباہ کن سازوسامان کے ساتھ میدان جنگ میں ہے، دونوں طرف کلمہ گو مسلمانوں کا خون بہ رہا ہے، منظّم کارروائی بظاہر تو ان ملکی و غیر ملکی جنگجوؤں کے خلاف ہے جو ملک کے مختلف حصوں، خاص طور پر سرحدی علاقوں میں سرگرم عمل ہیں، لیکن قومی ادارے بعض اوقات دبے لفظوں میں اس کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ دور اور قریب کے دشمنان ملک وملت ہی ان عناصر کو استعمال کررہے ہیں، لیکن اس حقیقت کا برملا اظہار نہیں کیا جاتا ____ جبکہ مقابلہ بہت سخت ہے معاشرہ لرز رہا ہے اور منظّم فضائی وزمینی کارروائیوں کو دیکھتے ہوئے بدیہی طور پر یہ خیال آتا ہے کہ پس پردہ منظّم طاقتوں کی عیاری نے ملک کی سلامتی کو داؤ پر لگادیا ہے۔ ۱۶رکروڑ کی آبادی کا ملک، قدرتی وسائل سے مالامال اور جوہری صلاحیت کے حامل اسلامی جمہوریہ پاکستان کی یہ تصویر کس قدر پریشان کن ہے۔ اس گھمبیر صورتحال سے ملک و بیرون ملک ہر پاکستانی ششدر اور غمزدہ ہے اور دور افق پر روشنی کی کوئی لکیر نظر نہیں آتی۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ اپنی غلطیوں کا محاسبہ کیا جائے اور قوم کو اندھیرے میں رکھنے کے بجائے اس دشمن کی واضح نشاندہی کی جائے جو پردے کے پیچھے بیٹھ کر ملک وقوم کی قسمت سے کھیل رہا ہے اور وطنِ عزیز میں ہر طرف پھیلی تباہی، مایوسی اور خلفشار پھیلا کر اس کے گھر میں گھی کے چراغ جل رہے ہیں۔ قوم کو اس وقت اندرون ملک سرد جنگ اور بیرون ملک عیارانہ جنگی چالوں کا سامنا ہے، قوم کو ان بیرونی خطرات سے اندھیرے میں نہ رکھا جائے اور پوری دیانت داری اور ذمہ داری کے ساتھ قومی مقاصد کا تعین کرکے ان کے حصول کیلئے، درست سیاسی وانتظامی فیصلے کرکے راہ عمل متعین کی جائے۔

کیا ملک کی موجودہ حالت اطمینان بخش ہے؟ اور کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ کسی بڑے المیہ سے بچنے کیلئے مؤثر پیش بندی کی جائے۔؟؟

اللھم استر عوراتنا وآمن روعاتنا. آمین

۲۹رذیقعدہ ۱۴۲۰ھ

بشارت عظمیٰ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جہاں فقیہ عصر، عالم اسرار شریعت، شیخ طریقت، زہد وورع کے عادی، علم وعمل کے داعی، عدل وانصاف کے قاضی، ماہر قانون ومعاشیات اور بے شمار طالبان سلوک کے لئے مرکز فیض رسانی اور اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کا مرجع ہیں؛ وہاں آپ درس بخاری شریف کے " کتاب المغازی "میں میدان حرب و ضرب کے مجاہد، شمشیر وسنان کے استاد نظر آتے ہیں آپ کا درس بخاری حوصلہ کو بلند کرتا، ہمت کو بڑھاتا، جذبۂ جہاد کو گرماتا ہے، آپ کی درس مغازی سن کر اور پڑھ کر دانائی اور بصیرت ترقی کرتی، دور اندیشی بڑھتی، حزم واحتیاط کی عادت پیدا ہو جاتی ہے، احقاق حق اور ابطال باطل کی قوت ترقی کرتی اور قوت فیصلہ بڑھ جاتی ہے۔

آیئے! ان علمی جواہر کو زیادہ سے زیادہ طلبہ علم حدیث تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

معارف القرآن

قریش کو بعض نعمتوں پر عبادت کا حکم

سورۃ القریش ......☆......آیت نمبر:۱ تا ۴......

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔
اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو، مانوس رکھنا اُن کو سفر سے جاڑے کے اور گرمی کے، تو چاہئے کہ بندگی کریں اس گھر کے رب کی، جس نے اُن کو کھانا دیا بھوک میں، اور امن دیا ڈر میں۔

خلاصۂ تفسیر

چونکہ قریش خوگر ہوگئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہوگئے ہیں تو (اس نعمت کے شکر میں) ان کو چاہئے کہ اس خانۂ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے اُن کو امن دیا۔

معارف ومسائل

اس پر تو سب مفسرین کا اتفاق ہے کہ معنی اور مضمون کے اعتبار سے یہ سورت سورۂ فیل ہی سے متعلق ہے، اور شاید اس وجہ سے بعض مصاحف میں ان دونوں کو ایک ہی سورت کر کے لکھا گیا تھا، دونوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی تھی مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، نے جب اپنے زمانے میں تمام مصاحف قرآن کو جمع کر کے ایک نسخہ تیار فرمایا اور تمام صحابۂ کرام کا اس پر اجماع ہوا۔

اسی نسخۂ قرآن کو جمہور کے نزدیک امام کہا جاتا ہے اس میں ان دونوں کو دو الگ الگ سورتیں ہی لکھا ہے، دونوں کے درمیان بسم اللہ لکھی گئی ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ، حرف لام ترکیبِ نحوی کے اعتبار سے اس کا مقتضی ہے کہ اس کا تعلق کسی سابق مضمون کے ساتھ ہو اسی لئے اس کے متعلق میں متعدد اقوال ہیں، پچھلی سورت کے ساتھ معنوی تعلق کی بنا پر بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں محذوف جملہ انا اهلكنا اصحب الفيل ہے یعنی ہم نے اصحاب فیل کو اس لئے ہلاک کیا کہ قریشِ مکہ سردی گرمی کے دو سفروں کے عادی تھے، ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے سب کے دلوں میں ان کی عظمت پیدا ہو جائے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ محذوف جملہ اعجبوا ہے یعنی تعجب کرو قریش کے معاملے سے کہ کس طرح سردی گرمی کے سفر آزادانہ بے خطر ہو کر کرتے ہیں، اور بعض نے فرمایا کہ اس کا تعلق اس جملہ سے ہے جو آگے آیت میں آرہا ہے یعنی فَلْيَعْبُدُوْا، مطلب یہ ہوا کہ قریش کو اس نعمت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا اور اس کی عبادت میں لگ جانا چاہئے، اس صورت میں فَلْيَعْبُدُوْا کے اوپر حرف فاء اس لئے ہے کہ پہلے جملے میں ایک معنی شرط کے پائے جاتے ہیں۔ بہر حال اس سورت میں ارشاد یہ ہے کہ قریش مکہ چونکہ دو سفروں کے عادی تھے، ایک سردی میں یمن کی طرف دوسرا گرمی میں شام کی طرف اور انہی دو سفروں پر ان کی تجارت اور کاروبار کا مدار تھا اور اسی تجارت کی بنا پر وہ مالدار اور اغنیاء تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن اصحاب فیل کو عبرتناک سزا دے کر ان کی عظمت لوگوں کے قلوب میں بڑھا دی، یہ پورے ممالک میں جہاں بھی جائیں لوگ ان کی تعظیم تکریم کرتے ہیں۔

قریش کی افضلیت سارے عرب پر

اس سورت میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام قبائل عرب میں قریش اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو انتخاب کرلیا (البغوی عن واثله بن اسقع) اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام آدمی قریش کے تابع ہیں خیر وشر میں (رواہ مسلم عن جابرؓ۔ مظہری) اور پہلی حدیث میں جس خداوندی انتخاب کا ذکر ہے غالباً اُس کی وجہ ان قبائل کے خاص ملکات اور استعدادیں ہیں،

کفروشرک اور جہالت کے زمانہ میں بھی ان کے بعض اخلاق اور ملکات نہایت اعلیٰ تھے ان میں قبولِ حق کی استعداد بہت کامل تھی، یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام اور اولیاء اللہ میں بیشتر لوگ قریش میں سے ہوئے ہیں۔(مظہری)

رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ، یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ مکہ مکرمہ ایک ایسے مقام میں آباد ہے جہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی وہاں باغات نہیں جن کے پھل مکہ والوں کو مل سکیں، اسی لئے بانی بیت اللہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ کے آباد ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی تھی کہ اس شہر کو جائے امن بنادے اور اہل مکہ کو ثمرات کا رزق عطا فرمائے اُرْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ، اور باہر سے ہر طرح کے پھل یہاں لائے جایا کریں۔ یُجْبٰٓی اِلَیْہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ، اس لئے اہلِ مکہ کے معاش کا مدار اس پر تھا کہ وہ تجارت کیلئے سفر کریں اور اپنی ضروریات وہاں سے لائیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مکہ والے بڑے افلاس اور تکلیف میں تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے جدامجد ہاشم نے قریش کو اس کے لئے آمادہ کیا کہ دوسرے ملکوں سے تجارت کا کام کریں۔ ملک شام ٹھنڈا ملک تھا گرمی کے زمانے میں وہاں اور یمن گرم ملک ہے سردی کے زمانے میں اس طرف تجارتی سفر کرتے اور منافع حاصل کرتے تھے اور چونکہ یہ لوگ بیت اللہ کے خادم ہونے کی حیثیت سے تمام عرب میں مقدس ومحترم مانے جاتے تھے تو یہ راستے کے ہر خطرے سے بھی محفوظ رہتے تھے، اور ہاشم چونکہ ان سب کے سردار مانے جاتے تھے اُن کا طریقہ یہ تھا کہ اس تجارت میں جو منافع حاصل ہوتے اُن کو قریش کے امیر وغریب سب میں تقسیم کردیتے تھے یہاں تک کہ ان کا غریب آدمی بھی مالداروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے اُن پر یہ مزید احسان فرمایا کہ ہر سال کے دوسفروں کی زحمت سے بھی اس طرح بچادیا کہ مکہ مکرمہ سے ملے ہوئے علاقہ یمن، تبالہ اور حرش کو اتنا سرسبز اور زرخیز بنادیا کہ وہاں کا غلہ ان کی ضرورت سے زائد ہونے کی بناء پر ان کو اس کی ضرورت پڑی کہ یہ غلات وہاں سے لاکر جدہ میں فروخت کریں چنانچہ اکثر ضروریات زندگی جدہ میں ملنے لگیں مکہ والے ان طویل دوسفروں کے بجائے صرف دومنزل پر جاکر جدہ سے سب سامان لانے لگے۔ آیت مذکورہ میں حق تعالیٰ نے مکہ والوں پر اسی احسان وانعام کا ذکر فرمایا ہے۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ، انعامات کا ذکر کرنے کے بعد اُن کا شکر ادا کرنے کیلئے قریش کو خصوصی خطاب کے ساتھ یہ ہدایت فرمائی کہ اس گھر کے مالک کی عبادت کیا کرو۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی

صفات میں سے رب البیت ہونے کی صفت کو خصوصیت سے اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی بیت کعبہ اُن کے تمام فضائل اور برکات کا سرچشمہ تھا۔

الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ، اس میں قریش مکہ کیلئے دنیا کی اُن تمام عظیم نعمتوں کو جمع فرمادیا ہے جو انسان کے خوش عیش رہنے کے لیے ضروری ہیں اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ میں کھانے پینے کی ضروریات داخل ہیں اور اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ میں دشمنوں ڈاکوؤں کے خوف سے مأمون ہونا بھی شامل ہے اور آخرت کے عذاب سے مأمون ہونا بھی۔

فائدہ:۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ جو شخص اس آیت کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے دنیا میں بھی امن اور بے خوف وخطر رہنے کا سامان فرمادیتے ہیں اور آخرت میں بھی، اور جو اس سے انحراف کرے اُس سے یہ دونوں قسم کے امن سلب کرلئے جاتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرۡيَةً كَانَتۡ اٰمِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَّاۡتِيۡهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّنۡ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ.

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک بستی تھی جو مأمون ومحفوظ اور ہر خطرہ سے مطمئن تھی اس کا رزق ہر جگہ سے وافر آجاتا تھا، پھر اس بستی والوں نے اللہ کے انعامات کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کو بھوک اور خوف کی پریشانی میں مبتلا کردیا اُن کے کرتوت کی بناپر۔

فائدہ عظیمہ: ابوالحسن قزوینی نے فرمایا کہ جس شخص کو کسی دشمن یا اور کسی مصیبت کا خوف ہو اس کیلئے لایلاف قریش کا پڑھنا امان ہے، اس کو امام جزری نے نقل کرکے فرمایا کہ یہ عمل آزمودہ اور مجرب ہے، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں اس کو نقل کرکے فرمایا کہ مجھے میرے شیخ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ نے خوف وخطر کے وقت اس سورۃ کے پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہر بلا ومصیبت کے دفع کرنے کیلئے اس کی قراءت مجرب ہے۔ حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ میں نے بھی بارہا اس کا تجربہ کیا ہے۔

☆☆☆

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم

ماہ ذی الحجہ کے فضائل

رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا یہ خطاب بروز جمعہ ۳۰/ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ، جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں ہوا تھا۔ افادۂ عام کے پیش نظر ذی الحجہ کی مناسبت سے شائع کیا جارہا ہے.................................ادارہ

ذوالحجہ کی سب سے پہلی فضیلت اس کے نام سے ظاہر ہے

بزرگانِ محترم اور برادران عزیز!

آج ذیقعدہ کی تیس تاریخ ہے۔ ذی الحجہ کا مہینہ کل سے شروع ہورہا ہے۔ یہ بہت عظیم الشان مہینہ ہے۔ اس کی سب سے پہلی عظمت تو اس کے نام سے ظاہر ہورہی ہے۔ اس کا نام ہے ''ذوالحجّة'' یعنی حج والا مہینہ۔ ''حجة'' بھی عربی زبان میں حج کو کہتے ہیں اور ''ذو'' کے معنی ہیں ''والا'' تو ذوالحجہ کے معنی ہوئے ''حج والا''۔

یہ حج والا مہینہ ہے کیونکہ اسی مہینے میں اسلام کا عظیم الشان رکن ''حج'' ادا کیا جاتا ہے۔ اور یہ رکن ایسا ہے کہ سال کے کسی اور مہینے میں ادا نہیں ہوسکتا۔ نماز تو ہم ہر روز پڑھتے ہیں، فرض روزے اگرچہ رمضان کے مہینے میں رکھتے ہیں لیکن نفلی روزہ باقی دنوں میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ عیدالفطر اور ایام تشریق کے علاوہ سال بھر میں جب بھی چاہیں روزہ رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ ہے کہ جب آدمی کے مال پر سال گذر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا سال گذرنے پر آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہے لیکن اگر کسی وجہ سے سال پورا ہوتے ہی زکوٰۃ نہ دے سکے تو بعد میں جب دینا چاہے دے سکتا ہے۔ لیکن حج کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا مہینہ بھی مقرر ہے اور دن بھی مقرر ہیں۔ ان دنوں کے علاوہ یہ رکن ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ میں رمضان یا شعبان میں نفلی حج کرلوں تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ صرف انہیں دنوں میں حج کا رکن ادا ہوسکتا ہے جو دن اس کیلئے متعین ہیں۔ اس لئے بھی ایام ذی الحجہ کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو یہ شرف بخشا ہے کہ حج جیسی عظیم عبادت صرف اس مہینے میں ادا ہوسکتی ہے کسی اور مہینے میں نہیں ہوسکتی حتیٰ کے رمضان المبارک میں بھی نہیں ہوسکتی۔

عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل

پھر قرآن واحادیث کے اندر اس کی اور بھی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ. وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ.

''قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلنے لگے۔'' (الفجر:۱۔۴)

یہ ''دس راتیں'' کونسی ہیں؟ مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں مراد ہیں۔ اللہ رب العالمین نے ان دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔ اس سے بھی ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی دس ایام کی عظیم الشان فضیلت بیان کی ہے۔ فرمایا کہ ذوالحجہ کے مہینے سے کوئی مہینہ عبادت کیلئے بہتر نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان بھی اس سے عبادت کے لحاظ سے بہتر نہیں۔ ہاں البتہ اگر اس کے برابر ہو تو اس کا انکار بھی نہیں۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ان دنوں کی عظمت ایسی ہے جیسا کہ رمضان المبارک کے دنوں کی عظمت ہے۔

ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں دسواں دن تو عید کا ہوتا ہے۔ جس میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ باقی نو دنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں ایک دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ ایک رات کی عبادت کا ثواب شب قدر کے برابر ہے۔

تو یہ شب وروز جو آرہے ہیں، معمولی نہیں ہیں۔ آج مغرب کے وقت سے ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے گا۔ اسلامی کیلنڈر، اسلامی تقویم، اسلامی تاریخ اور اسلامی دن مغرب کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا غروب آفتاب سے ہی ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے گا تو جو رات آنے والی ہے، اس کا ثواب شب قدر کے برابر ہے اور آنے والے دن میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔

ان دنوں میں نفلی روزوں کی بجائے قضا روزے رکھنا بہتر ہے

الحمدللہ، ان دنوں میں بہت سے مسلمان روزے رکھتے ہیں اور اکثر روزہ رکھنے والے وہ ہوتے ہیں جن کے فرض روزے ادا ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ ان دنوں میں نفلی روزے رکھتے ہیں لیکن ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قضا روزے ہوں تو ان دنوں میں ان کی قضاء کریں۔ عام طور پر

عورتوں کے شرعی عذر کی وجہ سے ہر رمضان میں ان کے روزے قضا ہوجاتے ہیں، ان کیلئے بھی قضا روزے رکھنے کا بہترین موقع ہے۔ ان دنوں میں قضاء روزے رکھنے کے دو فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ رمضان المبارک کے روزوں کی قضا ہوجائے گی، دوسرے ان دنوں کی برکت بھی حاصل ہوجائے گی۔

اگر کوئی شخص پوری رات عبادت نہ کرسکتا ہو تو......

جہاں تک رات کو جاگ کر عبادت کرنے کا معاملہ ہے تو افضل تو یہ ہے کہ پوری رات جاگ کر عبادت کی جائے لیکن یہ بہت بڑی ہمت کا کام ہے۔ اس کی ہمت ہر ایک کو نہیں ہوتی کیونکہ دوسرے کام مثلاً ملازمت، تجارت و دیگر مشاغل میں وقت صرف ہوتا ہے۔ یہ رات مغرب کے وقت سے شروع ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص پوری رات نہیں جاگ سکتا تو مغرب سے عشاء تک اور عشاء کے بعد جتنا وقت مل جائے، اس میں جتنی عبادت ہوسکتی ہے کرے، پھر آخر شب میں اُٹھ جائے اس میں جتنی عبادت کرسکے، کرے۔

اللہ رب العالمین نے اس دین کو اتنا آسان بنایا ہے کہ کم ہمت اور کمزور لوگوں کی قدم قدم پر رعایتیں رکھی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "اگر کوئی شخص عشاء کی نماز بھی جماعت سے پڑھے اور پھر فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ پڑھے تو اس کو پوری رات کی عبادت کا ثواب مل جاتا ہے۔" اگر کوئی عشاء اور فجر بھی جماعت سے پڑھے اور مزید عبادت بھی کرے تو ظاہر ہے کہ اس کا ثواب اور بڑھ جائے گا، جتنا گڑ ڈالے گا، اتنا میٹھا ہوجائے گا لیکن اگر کوئی کم ہمت ہے تو وہ صرف عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے تو اس کیلئے بھی محرومی نہیں رکھی گئی بلکہ اسے بھی پوری رات کی عبادت کرنے کا ثواب عطا کیا گیا۔

ان راتوں میں گناہوں کا وبال بھی زیادہ ہے

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ ان راتوں میں اگر عبادت کا ثواب زیادہ ہے تو گناہوں کا وبال بھی زیادہ ہے، کیونکہ یہ ضابطہ ہے کہ جس جگہ پر اور جس وقت میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ اس جگہ پر اور اس وقت میں اگر گناہ کیا جائے تو اس کا وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر مسجد سے باہر جھوٹ بولتا ہے یا غیبت کرتا ہے تو بلاشبہ یہ گناہ کبیرہ اور سنگین جرم ہے لیکن یہی کام اگر وہ مسجد میں کرے گا تو جرم اور بڑھ جائے گا اور مسجد حرام میں گناہ کرے گا تو اور سنگین ہوجائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص عام دنوں میں گناہ کرتا ہے تو وہ بھی گناہ ہے لیکن اگر ان راتوں میں گناہ کرے گا تو بہت سنگین ہوگا۔

دو کام ضرور کریں

لہٰذا ان راتوں میں اگر کسی شخص کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی توفیق نہیں ہو رہی یا ہمت و طاقت نہیں یا مصروفیت ہے تو وہ دو کام ضرور کرے۔

۱۔ عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے۔

۲۔ اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے، آنکھوں کو آنکھ کے گناہ سے بچائے۔ کانوں کو کان کے گناہوں سے بچائے، زبان کو زبان کے گناہوں سے بچائے، ہاتھوں کو ہاتھ کے گناہوں سے بچائے، پاؤں کو پاؤں کے گناہوں سے بچائے اور دل کو دل کے گناہوں سے بچائے، اپنے اوپر کڑی نظر رکھے کہ کہیں اس سے کوئی گناہ تو سرزد نہیں ہو رہا۔

اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے امید ہے کہ اگر کوئی شخص ان دس دنوں اور راتوں میں ان دو کاموں کا اہتمام کرے گا تو وہ عظیم الشان کمائی کرے گا۔ پوری دس راتوں کی عبادت کا ثواب ملے گا اور اگر پوری رات عبادت کرے گا تو ہر رات میں شب قدر کا ثواب ملے گا اور اگر ان دنوں میں روزے بھی رکھ لے تو ایک روزے کے بدلے پورے ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔

یوم عرفہ کی خاص فضیلت

پھر اِن دنوں میں عرفہ کے دن (۱) کی فضیلت اور زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ عرفہ کا روزہ پچھلے ایک سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بن جاتا ہے اور اگلے ایک سال کے گناہوں کا بھی کفارہ بن جاتا ہے۔ نویں اور دسویں ذی الحجہ کی درمیانی رات جس کے بعد عید الاضحیٰ کا دن آتا ہے۔ احادیث میں اس کی بھی عظیم الشان فضیلت بیان ہوئی ہے۔

ذکر اللہ اور صدقات کا بھی اہتمام کیا جائے

تو اِن دنوں اور راتوں کو بڑی اہمیت اور قدر کے ساتھ گذارنا چاہئے۔ نماز، روزہ کے علاوہ صدقہ و خیرات کی کوشش کرنی چاہئے، اور ان کے علاوہ ذکر اللہ کا بھی خوب اہتمام کرنا چاہئے۔ چلتے پھرتے بھی اللہ کا ذکر ہوسکتا ہے۔ بس میں جا رہے ہیں، گاڑی میں سفر کر رہے ہیں، سائیکل یا موٹر سائیکل پر سوار ہیں تو اس وقت بھی ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتے

(۱)۔ نویں ذی الحجہ کے دن کو عرفہ کا دن کہا جاتا ہے۔ م

رہیں، درود شریف پڑھتے رہیں یا اَستَغفِرُ اللّٰہ ، اَستَغفِرُ اللّٰہ کہتے رہیں۔

ایک مومن کو اپنا وقت بیکار نہیں جانے دینا چاہئے۔ آپ پڑھنے جارہے ہیں یا پڑھانے جارہے ہیں، ملازمت پر جارہے ہیں یا دکان پر جارہے ہیں، کسی بھی کام سے جارہے ہیں، چلتے چلتے اگر لا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کہتے ہیں تو اس میں آپ کی نہ کوئی محنت خرچ ہوگی، نہ پیسہ خرچ ہوگا اور نہ کوئی وقت خرچ ہوگا لیکن آپ عظیم الشان کمائی کرلیں گے، اللہ کے ہاں ذکر کی بہت بڑی قدر وقیمت ہے۔ اس کے بہت زیادہ فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ چلتے، پھرتے، اُٹھتے، بیٹھتے اگر اور کچھ یاد نہیں آتا تو ''اللہ اللہ'' کہتے رہیں۔

یہ تو ذوالحجہ کی راتوں کا بیان ہے، ویسے بھی اگر آدمی قدر پہچانے تو ہر رات شب قدر ہے۔ جو آدمی اللہ کے ذکر اور اس کی یاد میں رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا رہتا ہے۔ پھر اس کی برکت سے یہ ہوتا ہے کہ عبادتوں میں مزہ آنے لگتا ہے، گناہوں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

گناہ مزے کی چیز نہیں

اصل بات یہ ہے کہ گناہ کوئی مزے کی چیز نہیں۔ اگر آدمی کو یہ ڈر لگا ہو کہ میں جو گناہ کررہا ہوں، اس کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس پر مجھے عذاب ہوگا تو اُسے گناہ کرتے ہوئے مزہ آسکتا ہے؟ اگر آپ پولیس کی تحویل میں ہیں اور آپ کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہے لیکن پولیس والے نے ہاتھ میں ڈنڈا اُٹھا رکھا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر تم نے یہ کھانا کھایا تو تمہاری پٹائی ہوگی تو بتائیے کہ اس کھانے میں مزہ آئے گا؟ گناہوں کا یہی معاملہ ہے کہ اگر گناہ کرے گا تو آخرت کی پٹائی کا سامنا کرنا ہوگا۔

اور پھر اللہ رب العزت کا خاص احسان یہ ہے کہ اس نے ہمارے لئے حلال راستے بے شمار کھول رکھے ہیں۔ ہر لذت اور ہر راحت وآرام کیلئے حلال راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اب شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ انہی حلال راستوں کو اختیار کیا جائے اور حرام کاموں سے بچا جائے اور نہ بچے تو پھر عذاب کیلئے تیار رہیں اور جس گناہ کے پیچھے عذاب ہو، اس میں لذت کہاں ہوگی۔

تو گناہ لذت کی چیز نہیں ہے، لذت کی چیز تو عبادت ہے۔ جب آدمی کے دل میں اللہ رب العزت کی عظمت سما جاتی ہے تو اُسے اللہ کے ذکر میں اتنا مزہ آتا ہے کہ کسی اور چیز میں اتنا مزہ نہیں آتا۔ اور گناہوں سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ یہ تصور ذہن میں آتا ہے کہ یہ میرے محسن اور پروردگار کی

نافرمانی ہے۔ وہ میرا اتنا محسن ہے، میں اس کی نافرمانی کیسے کروں۔ یہ بڑی رذالت اور کمینگی ہے۔ اور نافرمانی بھی انہی چیزوں کے ذریعے سے کروں جو اس کی دی ہوئی ہیں، کیسی بڑی رذالت کی بات ہے۔

گناہ میں مزہ آنے کی مثال

گناہ میں مزہ دل کی خرابی وجہ سے آتا ہے۔ جب دل بگڑ جاتا ہے تو اللہ سے بے خوفی، اللہ کی عظمت کی کمی، اللہ سے محبت کی کمی ہو جاتی ہے، یوم آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے تو پھر عبادت مشکل نظر آتی ہے، گناہ آسان نظر آتے ہیں اور گناہوں میں مزہ آنے لگتا ہے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ گناہوں میں مزہ آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی خارش کے بیمار کو کھجانے میں مزہ آتا ہے۔ خارش کے مریض کو کسی چیز میں اتنا مزہ نہیں آتا جتنا کھجانے میں آتا ہے، مثلاً مشہور ہے کہ:

''جو مزا ہے کھاج میں......نہیں ہے وہ راج میں''

''کھاج'' کہتے ہیں ''کھجانے'' کو۔ مطلب یہ ہے کہ کھجانے میں جو مزہ ہے، بادشاہت میں بھی وہ مزہ نہیں۔ لیکن کھجانے سے جو مزہ آرہا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کھجانا واقعی مزے کی چیز ہے بلکہ یہ اس وجہ سے آرہا ہے کہ جسم کا خون خراب ہوگیا ہے۔ خون کی خرابی کی وجہ سے اُس چیز میں مزہ آنے لگا تو درحقیقت مزے کی چیز نہیں تھی بلکہ تکلیف کی چیز تھی۔ آدمی کھجاتے کھجاتے اپنے آپ کو زخمی کر لیتا ہے، سوتے سوتے نیند اُڑ جاتی ہے لیکن پھر بھی وہ کھجا رہا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ خون خراب ہوگیا۔ بالکل یہی بات گناہوں کی ہے۔

اور یہ انسان کیلئے بڑی بدبختی کی بات ہے کہ اُسے گناہوں میں مزہ آنے لگے اور ان کی طرف اس کی رغبت بڑھتی چلی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ذوالحجہ کی ایک اور خاص فضیلت

ایک عظیم الشان عبادت اور بھی اس ماہ ذی الحجہ کے اندر پائی جاتی ہے۔ جسے قربانی کی عبادت کہتے ہیں۔ اس عبادت کی بھی خاصیت یہ ہے کہ یہ انہی مخصوص دنوں میں عبادت ہے، باقی دنوں میں عبادت نہیں۔ بقرعید کے دن (دس ذی الحجہ) گیارہ اور بارہ ذوالحجہ تین دن عبادت کے ہیں۔ ان سے ایک دن پہلے تک اور بارہ ذی الحجہ کے بعد پورے سال میں جانور قربان کرنا عبادت نہیں۔ عقیقہ کے موقع پر جانور ذبح کرنا عبادت نہیں ہے برکت کی چیز ہے، کرلیں تو بہتر ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ عبادت نہیں۔

عبادت صرف انہی تین دنوں میں ہوتی ہے۔ واجب قربانی ہو یا نفلی صرف انہی تین دنوں میں ہوسکتی ہے۔ باقی دنوں میں آپ جانور ذبح کر کے کھا سکتے ہیں لیکن وہ قربانی اور عبادت نہیں بنے گی۔

قربانی کا حکم کسی اور طریقے سے پورا نہیں ہوتا

اور جس شخص پر قربانی واجب ہو، اس کا یہ واجب قربانی کرنے کے علاوہ کسی اور طریقے سے ادا نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں قربانی تو نہیں کرتا لیکن جتنے پیسوں میں جانور خریدنا تھا، اتنے پیسے صدقہ کر دیتا ہوں تو اس سے اس کا واجب ادا نہیں ہوگا، عمر بھر اس کا گناہ رہے گا۔ جس طرح نماز پڑھنے سے روزہ ادا نہیں ہوتا اور روزے کے عوض میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ اسی طرح قربانی کے عوض میں صدقہ نہیں ہوسکتا۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟ اس کے بارے میں چند بنیادی مسائل سمجھ لیجئے:

۱) نابالغ پر قربانی واجب نہیں۔

۲) مجنون یعنی وہ شخص جو دماغ سے معذور ہے، اس پر بھی قربانی واجب نہیں، چاہے کروڑ پتی انسان ہو۔

۳) مسافر پر بھی قربانی نہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص شرعی قاعدے کے مطابق مسافر ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں خواہ وہ کتنا ہی مالدار ہو۔ مثلاً کوئی شخص لاہور سے کراچی آیا ہوا ہے اور اس کا ارادہ کراچی میں پندرہ دن قیام کرنے کا نہیں ہے تو وہ مسافر ہے، اس پر قربانی واجب نہیں۔

قربانی ایسے عاقل، بالغ اور مقیم مسلمان پر واجب ہے، جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس سے وہ صاحبِ نصاب کہلائے تو اس پر قربانی واجب ہوگی خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ دو میاں بیوی ہیں، دونوں کی ملکیت میں اگر اتنا اتنا مال ہے جو نصاب کے برابر بنتا ہے تو میاں پر بھی قربانی واجب ہے، بیوی پر بھی قربانی واجب ہے۔ اگر کسی گھر میں میاں بیوی بھی رہتے ہیں اور ان کی بالغ اولاد بھی ہے اور بالغ اولاد کے پاس بھی نصاب کے بقدر مال ہے تو ان پر بھی قربانی واجب ہوگی۔ بیٹے ہوں تو ان پر قربانی واجب ہوگی اور بیٹیاں ہوں تو ان پر بھی واجب ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک کا حکم الگ الگ ہے۔ لہٰذا اگر سب میں قربانی واجب ہونے کی شرطیں پائی جا رہی ہیں تو سب پر قربانی واجب، ورنہ جتنوں کے اندر شرائط پائی جا رہی ہیں، ان پر قربانی واجب ہوگی، باقی پر نہیں۔

قربانی کا نصاب

نصاب کیا ہے؟ قربانی کا نصاب ساڑھے باون تولے چاندی ہے۔ اگر کسی کے پاس اتنی مقدار چاندی ہو یا اتنی چاندی کی قیمت کے بقدر نقد رقم ہو یا اتنی قیمت کا سامان تجارت ہو یا اتنی قیمت کا سونا ہو یا اتنی قیمت کا گھر میں ایسا زائد سامان ہو جو استعمال میں نہیں آتا تو اس پر قربانی واجب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت کے برابر یا اس سے زائد سامان مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ہے اور وہ نابالغ، مجنون اور مسافر بھی نہیں تو اس پر قربانی واجب ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بیٹا ہو یا بیٹی۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر گھر میں صرف ایک آدمی نے قربانی کرلی تو سب کی طرف سے ہوگئی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی۔ اگر کسی نے قربانی واجب ہونے کے باوجود قربانی نہ کی تو وہ گنہگار ہوگا۔ اب اس کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی قیمت کے بقدر رقم فقراء اور مساکین پر صدقہ کردے اور اپنی اس کوتاہی پر توبہ و استغفار بھی کرے۔

قربانی کے جانور کی شرائط

بکرا، دنبہ اور بھیڑ کی قربانی ایک ہی شخص کی طرف سے کی جاسکتی ہے جبکہ گائے، بھینس، بیل اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہیں بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو۔ اگر کوئی شریک اس نیت سے شامل ہوا کہ چلو گوشت مل جائے گا، مزے سے کھائیں گے، اس کی قربانی کی نیت نہیں تھی تو پھر کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

بکرا اور بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو وہ بھی جائز ہے۔ بیل، گائے اور بھینس دو سال کی جبکہ اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ جس شخص سے آپ جانور خرید رہے ہیں اگر وہ اس کی پوری عمر بتاتا ہے اور ظاہری حالات سے بھی اس کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔

جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں یا بیچ میں سے ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی درست ہے لیکن اگر سینگ جڑ سے اکھڑ گیا جس کی وجہ سے دماغ پر لازمی اثر پڑتا ہے تو پھر اس کی قربانی جائز نہیں۔ اندھے، کانے اور لنگڑے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ

تک اپنے پیروں سے نہ جاسکے، اس کی قربانی بھی جائز نہیں، جس جانور کی تہائی سے زیادہ دم کٹی ہوئی ہواس کی قربانی بھی جائز نہیں، جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں اس کی قربانی بھی درست نہیں۔

اگر ایک شخص نے صحیح سالم جانور خریدا لیکن قربانی کرنے سے پہلے اس کے اندر کوئی ایسا عیب پیدا ہوگیا جس کے پائے جانے کی صورت میں قربانی جائز نہیں ہوتی تو اب دیکھا جائے گا کہ اگر اس جانور کو خریدنے والا شخص ایسا ہے کہ اس پر شرعاً قربانی واجب ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ اس کے بدلے دوسرے صحیح سالم جانور کی قربانی کرے اور اگر اس جانور کا مالک غریب آدمی تھا اور اس پر قربانی واجب نہ تھی لیکن اس نے اپنے شوق سے قربانی کیلئے جانور خریدا تھا تو اس کے لئے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے۔

قربانی کے جانور کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے لیکن اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسروں سے ذبح کراسکتا ہے مگر ذبح کے وقت خود وہاں حاضر رہنا افضل ہے۔

قربانی کی نیت ودعا

قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں البتہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔ سنت یہ ہے کہ جب جانور کو ذبح کرنے کیلئے قبلہ رو کرکے لٹائے تو یہ دُعا پڑھے:

إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ. (سورۃ الانعام:۷۹)

”میں نے سب سے یکسو ہوکر اپنے آپ کو اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. (سورۃ الانعام:۱۶۲)

”بلاشبہ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کیلئے ہے“۔

اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

’’اے اللہ! آپ یہ قربانی میری طرف سے قبول فرما لیجئے جس طرح آپ نے اپنے محبوب محمد ﷺ اور اپنے خلیل ابراہیم (علیہ السلام) کی طرف سے قبول کی۔‘‘

گوشت کا حکم

جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو وہاں گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، محض اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں۔ افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کیلئے رکھے، ایک حصہ اعزہ واحباب میں تقسیم کرے اور تیسرا حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کرے، البتہ جس شخص کے اہل وعیال زیادہ ہوں وہ سارا گوشت بھی رکھ سکتا ہے لیکن قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں۔

قربانی کی کھال کے احکام

قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے کہ اسے اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلی بنالینا یا کوئی ڈول وغیرہ بنوالینا جائز ہے لیکن اگر فروخت کردی تو پھر اس کی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور اس صدقے کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔

قربانی کی کھال کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔ لہٰذا مسجد کے مؤذن یا امام وغیرہ کے حق الخدمت کے طور پر ان کو کھال دینا جائز نہیں۔ اسی طرح جانور ذبح کرنے والے کی اجرت میں بھی کھال دینا جائز نہیں۔

عصرِ حاضر میں مدارس اسلامیہ کے غریب ونادار طلبہ ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کیونکہ اس میں صدقے کا ثواب بھی ملتا ہے اور دین کی اشاعت کا ثواب بھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عشرہ ذی الحجہ کی برکتوں سے مالا مال ہونے کی توفیق نصیب فرمائے اور قربانی کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا أنِ الحمدللّٰه رب العالمين.

☆☆☆

مولانا محمود اشرف عثمانی

معارف السنّة

علماء کرام کی ذمہ داریاں

(حدیث پاک کی روشنی میں)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین أما بعد:

حدیث شریف

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعُذْرِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ (مشکوة:۳۶)۔

ترجمہ: تابعی عالم حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن العذری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس علمِ (دین) کی حفاظت سلف صالحین کے وہ جانشین کریں گے جو عادل ہوں گے وہ اس علمِ دین سے، غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل لوگوں کے غلط انتساب اور جاہل لوگوں کی غلط تاویلات کو دور کریں گے۔

راوی کا تعارف

اس حدیث کے راوی حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن العُذری قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ''بنو عذرہ'' سے تعلق رکھتے تھے اس لیے انہیں ''العذری'' کہا جاتا ہے، بعض حضرات نے انہیں صحابہؓ میں سے شمار کیا ہے لیکن حافظ ابن اثیرؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے ان کے تابعی ہونے کو راجح قرار دیا ہے، حافظ ابن حبانؒ نے ان کو ''الثقات من التابعین'' میں ذکر کیا ہے اور علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''تابعی مقل''[1]۔

---

[1] ملاحظہ فرمایئے: کتاب الثقات لابن حبان (۱۰/٤، کتاب التابعین، مطبوعہ حیدرآباد الدکن)، أسد الغابة لابن الأثیر(۶۷/۱ دار إحیاء التراث العربي، بیروت)، میزان الاعتدال للحافظ الذهبي(٤٥/۱، عیسی البابي الحلبي مصر)، الإصابة للحافظ ابن حجر(۳٦۳/۱، القسم الرابع من حرف الألف، دار الکتب العلمیة بیروت)،لسان المیزان له أیضا (۷۷/۱، حیدر آباد الدکن)۔

روایت کا درجہ

مشکوۃ میں یہ حدیث اگر چہ حضرت ابراہیم عذری تابعیؒ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے اور ''مرسل'' ہے، یعنی اس میں روایت کرنے والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مذکور نہیں لیکن یہ روایت سند متصل کے ساتھ بھی منقول ہے، اور نو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کئی طرق کے ساتھ مروی ہے، اسی لیے اس حدیث کو ''حسن'' کہا گیا ہے اور نامور محدثین امام احمد بن حنبل، حافظ صلاح الدین العلائیؒ، امام عقیلیؒ، ابن ابی حاتمؒ، ابن عدیؒ، امام بیہقیؒ، ابن عبد البر مالکیؒ، خطیب بغدادیؒ، امام نوویؒ، امام ابن قیمؒ، علامہ قسطلانی وغیرہ حضرات نے اسے ذکر کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔[1]

مشکل الفاظ کی تشریح

(۱)- ''خلَف'' سَلَف کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے، ''سلف'' گزرے ہوئے لوگوں کو کہا جاتا ہے (سلف صالحین کا لفظ معروف ہے) اور ''خلف'' آنے والے لوگوں (آنے والی نسلوں) کو کہا جاتا ہے، پھر ''خلَف'' لام کے زبر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس کا ترجمہ لائق اولاد، اچھے جانشین کیا جاتا ہے، اور اگر ''خَلْف'' لام کے سکون کے ساتھ ہو تو نالائق جانشین اور ناخلف اولاد کا ترجمہ ہوتا ہے۔

(۲)- ''عُدُولٌ'' عادل کی جمع ہے یا عدل کی جو عادل کے معنی میں ہے اور ''عدل'' کے اصل معنی ہیں انصاف کرنے والا، ہر ایک کا حق ادا کرنے والا، اور نیک، صالح لہٰذا یہاں ''خَلَفِ عُدول'' کا مطلب انصاف کرنے والے نیک جانشین ہونگے۔

(۳)- ''تحریف'' کا مطلب اصل سے ہٹا دینا اور رخ پھیر دینا ہے، اردو میں بھی ''تحریف لفظی'' اور ''تحریف معنوی'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی یہود کے بارے میں ارشاد ہے:

''یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ'' (مائدۃ:۱۳)

یعنی یہ لوگ وحی کے کلمات کو اپنی جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں۔

یہاں اس حدیث میں تحریف کا مطلب شرعی احکام کو اپنی جگہ سے ہٹا کر اوپر یا نیچے کر دینا ہے۔

---

[1] اس حدیث کی استنادی حیثیت کے بارے میں مفصل بحث دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی میں فتویٰ نمبر (۹/۱۰۴۱) کے تحت محفوظ ہے۔

(۴)- "غالین" غالی کی جمع ہے یعنی غلو کرنے والے، اور غلو کا مطلب ہے حد سے آگے بڑھ جانا، لہٰذا "غالین" کا مطلب ہوگا حد سے تجاوز کرنے والے، مبالغہ کرنے والے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ (سورۃ النساء ۱۷۱ و مائدۃ: ۷۷)۔

اے کتاب والو! مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں (ترجمۂ شیخ الہندؒ)۔

(۵)- "انتحال" کے معنی ہیں غلط نسبت کرنا، غلط بات کسی کی طرف منسوب کرنا، یا کسی کی چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا اسی لیے اس کا ترجمہ جھوٹ سے بھی کر دیا جاتا ہے اور یہ لفظ علمی سرقہ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

(۶)- "مبطلین" مبطل کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں باطل لوگ یعنی وہ لوگ جو باطل عقیدہ رکھنے والے ہوں یا باطل مذہب کے ماننے والے ہوں۔

(۷)- "تاویل الجاهلین" کا مطلب ہے جاہل لوگوں کی غلط تاویلات، یعنی جو لوگ علم دین سے ناواقف و جاہل ہوں ان کی غلط تاویلات اور غلط تشریحات۔

اجمالی تشریح

اس حدیث شریف میں علماء کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے مگر پہلے یہ بتایا گیا کہ اس علم دین کی صحیح حفاظت کرنے والے علماء وہ ہوں گے جو انصاف کرنے والے، نیک ہوں گے وہ سلف صالحین کے صحیح جانشین ہوں گے اور وہی اس دین کی حفاظت کریں گے وہ دین کو اپنی اصلی شکل میں محفوظ رکھیں گے، اور بعد کے تین طبقات کی طرف سے دینی مسائل میں جو کمی یا زیادتی، افراط یا تفریط، نرمی یا تشدد، تحریف اور غلو، غلط تاویلات اور غلط تشریحات کی جاتی رہیں گی یہ علماء انہیں حکمت اور موعظہ حسنہ اور جدالِ حسن کے ذریعہ دور کرتے رہیں گے، تاکہ دین اپنی اسی اصلی شکل میں باقی رہے جس شکل میں وہ آسمان سے نازل کیا گیا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کی جو علمی اور عملی شکل آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑی ہے (ما أنا عليه وأصحابي) اس کے مطابق دین اپنی اصل شکل میں محفوظ اور باقی رہے۔

اس طرح اس حدیث شریف میں بنیادی طور پر اسلامی دنیا کے چار طبقات کا ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ علماء جو انصاف کرنے والے ہوں گے، صالح ہوں گے، سلف صالحین کے جانشین ہونگے، اور وہ

حاملین دین ہوں گے یعنی دین کو صحیح تھامنے والے ہوں گے، اور آنے والے تین طبقات کی خرابیوں سے اس دین کی حفاظت کریں گے۔

۲۔ غالی لوگ جو دینی نظریات و دینی مسائل میں غلو یعنی حد سے تجاوز کا راستہ اختیار کریں گے۔

۳۔ باطل طبقات کے لوگ جو غلط دینی نظریات اور دینی مسائل کو اسلام کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کریں گے۔

۴۔ جاہل و ناواقف لوگ جو دین میں غلط تاویلات اور غلط تشریحات کے ذریعہ خرابی کا ذریعہ بنیں گے۔

اس طرح ان چار طبقات میں سے پہلا طبقہ علماء حق کا ہے جو دین کی حفاظت کا کام انجام دیتا ہے اور بعد کے تین طبقات وہ ہیں جو مسلمانوں میں یا دینی مسائل اور نظریات میں غلطیوں اور خرابیوں کا ذریعہ بنتے ہیں اس کی مزید تفصیل سے ان شاء اللہ بات واضح ہونے کی امید ہے۔

تفصیلی تشریح

پہلا طبقہ دین کے محافظ علماء کا ہے اس حدیث میں دین کے محافظ ان علماء کی دو خصوصیتیں ذکر کی گئی ہیں:

(الف) پہلی یہ ہے کہ وہ ''خَلَف'' ہونگے یعنی سلف صالحین کے جانشین ہوں گے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ سلف صالحین عقائد ونظریات، علم وعمل اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے جن اعلی صفات کے حامل تھے یہ آنے والے علماء بھی اخلاق و کردار اور علم وعمل میں انہیں جیسی صفات کے حامل ہوں گے۔

(ب) یہ ''عدول'' ہوں گے یعنی انصاف کرنے والے ہوں گے ''عدل'' عربی زبان کا مشہور لفظ ہے اردو میں بھی کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔

عدل کے معنی عربی زبان میں دونوں پلڑوں کو برابر کرنا ہے پھر اس کے معنی انصاف کے ہیں اور انصاف کا مطلب یہ ہے کہ جس کا جتنا حق بنتا ہو وہ حق اسے پورا پورا دے دیا جائے۔ قرآن وحدیث

میں اس ''عدل'' کی جسے قرآنی زبان میں ''قسط'' بھی کہا گیا ہے بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ بلکہ قرآن مجید کی سورۃ الحدید کی آیت (۲۵) میں تو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجنے اور آسمانی کتابیں نازل کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگ انصاف قائم کریں، یعنی جس کا جو حق بنتا ہے وہ اسے پورا پورا دیں، ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (سورۃ الحدید: ۲۵)۔

ترجمہ: یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلے دلائل دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

عدل میں یہ بات ضروری ہے کہ اپنی جان اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ جائز محبت کے تعلقات بھی انصاف کی راہ میں حائل نہ ہوں، اپنی نسل، اپنے قبیلہ، اپنے گروپ، اپنی تنظیم کے ساتھ طبعی محبت کی بناء پر عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا جائز نہیں، عدل کے قیام میں نہ کسی فقیر کے فقر کی وجہ سے فرق آنا چاہئے نہ کسی مالدار، سرمایہ دار کی مالداری سے، نیز حق بات واضح طریقہ سے بیان کرنا بھی ضروری ہے (خواہ نرم الفاظ ہی میں کیوں نہ ہو) قرآن کریم نے یہ سب باتیں ایک آیت میں اس طرح ارشاد فرمادی ہیں:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا، فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوُوْا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (سورۃ النساء: ۱۳۵)۔

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ اگر چہ وہ گواہی تمہاری اپنی ذات اپنے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ شخص مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے، تو تم انصاف کرنے میں خواہش کی پیروی نہ کرنا، اور اگر تم حق بات بیان کرنے میں کج بیانی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس کی پوری خبر رکھتا ہے۔

اسی طرح عدل میں یہ بات بھی بہت ضروری ہے کہ کسی (شخص، تنظیم، طبقہ، یا نسل) کے ساتھ

دشمنی کی بناء پر ناانصافی نہ کی جائے، دشمن ہونے کے باوجود انصاف کا معاملہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔قرآن مجید میں یہ حکم اس طرح دیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(سورۃ المائدۃ:٨)۔

ترجمہ:اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے لیے کھڑے ہونے والے انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات کا مجرم نہ بنائے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہی تقوی کے قریب تر ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ خوب خبر رکھنے والا ہے ان کاموں کی جو تم کر رہے ہو۔

لہٰذا ہر عالم (بلکہ ہر مسلمان) کے لیے ضروری ہے کہ وہ نرمی، حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ حق بات بیان کرے، لوگوں کے درمیان انصاف قائم رکھے، نہ کسی کی محبت سے مغلوب ہو نہ کسی کی دشمنی سے، اور ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دیتے ہوئے ہر معاملہ میں انصاف سے کام لے،قرآن مجید نے یہ اصولی ہدایت فرمائی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى أَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا(النساء:٥٨)۔

ترجمہ:بے شک اللہ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں (حقوق) ان کے اہل لوگوں تک پہنچاؤ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں بہترین نصیحت کر رہا ہے، بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

ان مذکورہ بالا سب آیتوں سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ایک عالم کے لیے اپنی ذاتی زندگی میں، اپنی علمی زندگی میں اور دینی مسائل بتانے اور سمجھانے میں غیر جانبدار رہ کر انصاف پر قائم رہنا بہت زیادہ ضروری ہے، ورنہ وہ ان سب مذکورہ بالا آیتوں کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا۔

پہلے جملہ کا خلاصہ

جس حدیث شریف کی ہم تشریح کر رہے ہیں اب اس کے پہلے جملے کا خلاصہ یہ نکلا کہ حاملین دین متین اور علم دین کے سچے محافظ وہ علماء ہونگے جو:

(۱) سلف صالحین کے صحیح جانشین ہوں، علم میں بھی، عمل میں بھی، اور اخلاق اور کردار میں بھی۔

(۲) اور جو سراپا انصاف ہوں، ہر معاملہ میں انصاف پر قائم رہیں اور کسی بھی گروہ کی محبت یا دشمنی کے باوجود کسی بھی معاملہ میں عدل وانصاف کو ترک نہ کریں۔ ایسے بااخلاق، باکردار، سراپا انصاف علماء ہی علم دین کے سچے محافظ ہونگے اور وہی ان خرابیوں کو دور کر سکتے ہیں جو مسلمانوں میں پائے جانے والے ان تین طبقات کی طرف سے پھیلائی گئی ہوں جن کا حدیث شریف میں آگے ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں مذکور تین طبقات اور ان کی طرف سے پھیلائی جانے والی خرابیاں

حدیث شریف کے اگلے الفاظ یہ ہیں:

یَنْفُوْنَ عَنْهُ، تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَأْوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ۔

یعنی یہ عادل علماء اس دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل طبقوں کی من گھڑت باتیں اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو دور کرتے رہیں گے۔

گویا دینی خرابی تین طبقات کی طرف سے پیدا ہوتی ہے وہ اس طرح کہ:

(الف) غلو کرنے والے دینی احکام میں تحریف کرنے لگتے ہیں۔

(ب) باطل نظریات والے دین کی طرف غلط باتوں کو منسوب کرنے لگتے ہیں۔

(ج) جاہل اور دین سے ناواقف لوگ دین میں غلط تاویلات کرنے لگتے ہیں۔

ان میں سے ہر طبقہ اور اس کی پیدا کی جانے والی خرابیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) غلو کرنے والے تحریف میں مبتلا ہوتے ہیں

حدیث شریف کے اس حصہ میں دو چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے غلو اور تحریف، غلو کے معنی ہیں حد سے نکل جانا، قرآن کریم میں غلو سے صاف طور پر منع کیا گیا ہے:

يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ (سورۃ النساء:۱۷۱، نیز سورۃ المائدۃ:۷۷)۔

ترجمہ: اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں۔

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے کہ حج کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمیِ جمرات کے لیے حضرت عبد اللہ بن عباس کو فرمایا کہ آپؐ کے واسطے کنکریاں جمع کر لائیں، انہوں نے متوسط قسم کی کنکریاں پیش کر دیں آپؐ نے ان کو بہت پسند فرما کر دو مرتبہ فرمایا'' بمثلهن بمثلهن ''یعنی ایسی متوسط کنکریوں سے جمرات پر رمی کرنا چاہئے پھر فرمایا: إياكم والغلو في الدين فإنما هلك من قبلكم بالغلو في دينهم۔ یعنی تم غلو فی الدین سے بچتے رہو کیونکہ تم سے پہلی امتیں غلو فی الدین ہی کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئیں۔

آگے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

ہر چیز کی حد شرعی وہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے متعین فرمادی اس سے تجاوز کرنا غلو ہے۔ (معارف القرآن:۶۲۰/۲)۔

اور سورۃ المائدہ میں اس آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

دین اصل میں چند حدود وقیود ہی کا نام ہے، ان حدود کے اندر کوتاہی کرنا اور کمی کرنا جس طرح جرم ہے اسی طرح ان سے آگے بڑھنا اور زیادتی (اضافہ) کرنا بھی جرم ہے۔ (معارف القرآن:۲۱۲/۳)۔

اور علمی تحقیق (تدقیق) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

جمہور کی تحقیق یہ ہے کہ .... قرآن وسنت کے مسائل میں گہری نظر اور موشگافی جس حد تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ وتابعین سے ثابت ہے وہ غلو نہیں اور جو (تحقیق) غلو کی حد تک پہنچے وہ اس میں بھی مذموم ہے۔ (معارف القرآن:۲۱۲/۳)۔

ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے جس چیز کو جہاں رکھا اور اس کی جو حد متعین کردی گئی ہے اس سے اگر تجاوز کیا جائے گا تو وہ غلو ہے۔

اس حدیث میں دوسرا لفظ ''تحریف'' ہے قرآن مجید میں سورۂ مائدہ میں یہ لفظ یہودیوں کی مذمت کرتے ہوئے استعمال کیا گیا ہے جو غلو اور تحریف کی برائیوں میں بطور خاص مبتلا تھے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۳ میں ارشاد ہے:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ـ

یہ لوگ کلام کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اس کا بڑا حصہ وہ بھلا بیٹھے۔

یعنی یہ یہود کلام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں، تحریف لفظی بھی اور تحریف معنوی بھی، اور کلام الٰہی کو اس کی جگہ سے مٹا دیتے ہیں۔

اب حدیث شریف کے اس جملہ ''تحریف الغالین'' کا مطلب یہ ہوا کہ بعض دیندار مسلمان، دین میں حد سے تجاوز کر کے غلو کریں گے اور احکام شرعیہ کو اوپر نیچے کر کے تحریف تک پہنچ جائیں گے ان غلو کرنے والوں کی تحریف کو ختم کرنا، انصاف پرکاربند علماء کی ذمہ داری ہوگی اور وہ یہ خدمت انجام دیں گے۔

ہمارے معاشرے میں اس غلو اور تحریف کی کئی مثالیں نظر آتی ہیں مثلاً شریعت اسلامیہ انسانی زندگی کے تمام ضروری احکام کے بارے میں ہمیں اہم ہدایات دیتی ہے اور زندگی کے ہر اہم شعبہ سے متعلق اس کے اصولی اور جامع احکام موجود ہیں اور کئی جگہ جہاں حدود سے تجاوز کا خطرہ ہوسکتا تھا شریعت نے جزئیات پر مبنی تفصیلی احکام بھی واضح کردئے ہیں تاکہ غلط فہمی کا امکان باقی نہ رہے۔

عقائد، نماز، روزہ، زکوۃ، حج تو ارکان اسلام میں سے ہیں (''بنی الاسلام علی خمس'' کی صحیح روایات موجود ہیں) لیکن تبلیغ، جہاد، تعلیم وتربیت، تزکیہ وسلوک، معاشرتی خدمات، قانونی خدمات، مالی خدمات، سیاست وخلافت جیسے دین کے اہم شعبے بھی اسلامی تعلیمات کا اہم اور لازمی حصہ ہیں اور ہر شعبہ میں کچھ لوگوں نے اپنی خدمات وقف کی ہوتی ہیں کچھ لوگ جہاد سے وابستہ ہوتے

ہیں اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے ہیں، کچھ لوگ تعلیم و تربیت سے وابستہ ہوتے ہیں اور زبانی، تحریری، اور تدریسی طور پر قرآن وسنت کی تعلیم کی خدمت انجام دیتے ہیں، کچھ حضرات عمومی تبلیغ کی خدمت سے وابستہ ہوتے ہیں، کچھ حضرات تصوف (تزکیہ وسلوک) کے میدان میں منہمک ہوتے ہیں اور خانقاہی نظام کے ذریعہ دین کی خدمت انجام دے رہے ہوتے ہیں، کچھ لوگ محنت اور اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کے لیے شفا خانے، ایمبولینس، یتیم خانے اور ان جیسے دوسرے کارخیر کے ذریعہ امت اسلامیہ کے لیے اہم معاشرتی خدمات انجام دے رہے ہوتے ہیں، کچھ حضرات قانون کے میدان میں مسلمانوں کے لیے اسلام کی راہ ہموار کررہے ہوتے ہیں، کچھ احباب مالیاتی اداروں کو حرام سے بچا کر حلال راستوں اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے کام کررہے ہوتے ہیں، اور کچھ حضرات سیاست کے میدان میں گمراہیوں کو روکنے اور اسلامی تعلیمات کو سربلند کرنے کی کوششوں میں مصروف ہوتے ہیں، یہ سب لوگ، یہ سب طبقات، یہ سب مخلص حضرات دین ہی کی خدمت انجام دے رہے ہوتے ہیں اور چونکہ ایک فرد واحد یا چند افراد کے لیے ان تمام شعبوں میں بیک وقت قابل قدر دینی خدمات انجام دینا عادۃً ممکن ہی نہیں ہے لہٰذا وہ اپنی طبعی مناسبت، فطری صلاحیت اور مسلمانوں کی ضرورت کو سامنے رکھ کر ان شعبوں میں سے کسی شعبہ کو منتخب کرکے اس میں اپنی صلاحیت اور محنتیں وقف کردیتے ہیں اور جنت کا راستہ اپنے لیے ہموار کرلیتے ہیں، صوفیاء کا مشہور مقولہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے اتنے ہی راستے ہیں جتنے مخلوق کے سانس“ لہٰذا جو شخص دین کے کسی بھی شعبہ میں خدمات انجام دے رہا ہو اور اس نے اپنی زندگی کسی بھی دینی خدمت کے لیے وقف کی ہوئی ہو وہ قابل قدر اور قابل مبارکباد ہے، بشرطیکہ اس میں اخلاص ہو اور وہ شرعی حدود اور شرعی احکام کی پابندی کرکے یہ کام انجام دے رہا ہو۔

نورانی قاعدہ پڑھانے والا ہو، یا بخاری شریف پڑھانے والا، مبلّغ ہو یا مجاہد، صحافی ہو یا مسلم سائنس دان، سب ہی قابل قدر اور قابل احترام ہیں بشرطیکہ شرعی احکام کے پابند ہوں اور شرعی حدود کی حفاظت کرنے والے ہوں۔

اب خرابی یا غلطی یہ ہوتی ہے کہ دین کے کسی شعبہ میں کام کرنے والا وہ شخص جس نے اپنی ساری خدمات اس شعبہ کے لیے وقف کی ہوتی ہیں وہ جذباتی طور پر متاثر ہوکر اور صرف اسی شعبہ کے فضائل مسلسل سن سن کر، ”اوّلاً“ یہ سمجھتا ہے کہ اگر دین کا اصل کام ہے تو یہی ہے، پھر اس سے آگے بڑھ کر

وہ دین کے دوسرے شعبوں میں خدمات انجام دینے والوں کی خدمات کو کمتر سمجھ کر اپنے آپ کو برتر سمجھنے لگتا ہے، جو درحقیقت تکبر کی ایک شاخ ہے، پھر مزید غلو اختیار کرتے ہوئے وہ اس دینی شعبہ کو دینی شعبہ کے بجائے مرکز دین سمجھ کر دین کے باقی تمام شعبوں کو اس کے گرد گھمانا شروع کر دیتا ہے، جو ایک سنگین غلطی بن جاتی ہے۔

اس کی مثال سیاست کے ذریعہ اقامت دین کی جدوجہد سے بھی دی جاسکتی ہے جو بلاشبہ دین کا اہم شعبہ ہے لیکن اگر اسے اصل قرار دے کر دین کے تمام شعبوں، تبلیغ، جہاد، تصوف وسلوک، تعلیم وتربیت کو اس کے تابع کر دیا جائے حتی کے ارکان اسلام، عقائد، نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ کو بھی اس کے شعبہ کے گرد گھمانا شروع کر دیا جائے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ نماز، زکوۃ، روزہ اور حج اصل میں اقامت دین کے لیے تربیت اور ٹریننگ کی حیثیت رکھتے ہیں تو یقیناً یہ ایک بڑی علمی اور اصولی غلطی ہوگی، یہی حال تبلیغ، جہاد، اور تزکیہ وسلوک کا ہے کہ یہ دین کے اہم شعبے ہیں، ان میں سے ہر شعبہ کی دین میں بڑی اہمیت ہے لیکن اگر ان میں کسی ایک شعبہ کو کوئی شخص ''مرکز دین'' قرار دے کر دین کے تمام شعبوں، (حتی کہ ارکان اسلام کو) اس ایک شعبہ کے گرد گھمانا شروع کر دے گا تو وہ یقیناً غلو میں مبتلا سمجھا جائے گا۔

اس ''غلو'' کا نتیجہ ''تحریف'' کی شکل میں برآمد ہوتا ہے یعنی ایسا شخص پھر دینی احکام میں تبدیلیاں شروع کر دیتا ہے، دینی احکام کو اوپر نیچے اور آگے پیچھے کر دیتا ہے، جو بات شریعت میں ''فرض کفایہ'' تھی وہ اسے ہر ایک کے لیے لازم قرار دے کر ''فرض عین'' بنا دیتا ہے جو چیزیں صرف مباح یا مستحبات کے قبیل سے تھیں وہ اسے سنت قرار دینے لگتا ہے بلکہ بعض اوقات اسے واجب تک قرار دے دیتا ہے۔

یہ سب تحریف میں داخل ہے کہ دین کے احکام کو ان کی اصل جگہ سے ہٹا دیا جائے (پیچھے گذری ہوئی سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۳ کو ایک بار پھر ملاحظہ کرلیا جائے)۔

اسی لیے عمومی دعوت وتبلیغ، عمومی وعظ ونصیحت اور عام ترغیب وترہیب میں کسی بھی نیک عمل کی ترغیب دیتے ہوئے اتنا ہی زور دینا چاہیے جتنا شریعت اسلامیہ نے قرآن وسنت میں اس پر زور دیا ہے، اگر کسی مستحب عمل پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جائے جس سے وہ علمی طور پر یا عملی طور پر سنت یا

واجبات کے دائرہ میں چلا جائے تو یہ غلو میں داخل ہوجائے گا اور تحریف کا خطرہ ہوگا، لہٰذا ہر نیک کام میں ایک حد تک رہنا ہی ضروری ہے، اور سلف صالحین کے سچے جانشین، انصاف والے علماء، بتا سکتے ہیں کہ کسی بھی نیک کام کی کیا حد ہے؟ کہ جس سے آگے بڑھنا شرعاً درست نہیں۔

بدعت بھی غلو کی ایک شکل ہے

غلو کی ایک بری شکل وہ ہے جسے ''بدعت'' کہا جاتا ہے اور بدعت کا آسان مفہوم یہ ہے کہ جو چیز یا جو طریقہ صرف جائز تھا اسے دین کا باقاعدہ حصہ بنادیا جائے بلکہ اسے حق وباطل کا معیار بنادیا جائے اور اس طرح دین میں ایسا اضافہ کردیا جائے جو نہ قرآن سے ثابت تھا، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور نہ خیر القرون سے ثابت، دین کے احکام میں ایسا نام نہاد اضافہ ''بدعت'' کہلاتا ہے اور بدعت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَرَدٌّ۔ (بخاری، ومسلم بحوالہ مشکوۃ، مرقاۃ: ۱/۲۱۵)۔

یعنی جو ہمارے اس دین میں ایسی چیز پیدا کرے گا جو اس دین میں سے نہیں وہ مردود ہے۔

اور ارشاد ہے:

وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ مرقاۃ: ۱/۲۴۳)۔

خبردار آپ لوگ دین میں نئی پیدا کی جانے والی چیزوں سے بچو، کیونکہ دین میں کسی نئی بات کو ایجاد کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

دیکھئے! درود شریف اسلام کی اہم عبادات میں سے ایک ہے، جب بھی رسول کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے تو درود شریف پڑھنا، اسی طرح اذان ختم ہونے کے بعد دعاء وسیلہ اور درود شریف پڑھنا، اسی طرح قعدۂ اخیرہ کے آخر میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا یہ سب شریعت سے ثابت ہے لیکن اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا مباح ہے یعنی اس وقت میں صرف جائز ہے کوئی پڑھے پڑھے، نہ پڑھے نہ پڑھے۔ اب اگر ہر اذان سے پہلے درود شریف کو مؤذن کے لیے لازم کردیا جائے گا، اس کے پڑھنے کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے گا، لاؤڈ اسپیکر پر اسے اذان سے پہلے بآواز بلند پڑھا جائے گا اسے سنّی ہونے کی علامت قرار دیا جائے گا اور جو شخص اس وقت میں درود شریف نہ پڑھے اسے محروم اور محبتِ نبوی سے خالی سمجھا جائے گا تو یہ طریقہ بلاشبہ دین میں غلو

ہوگا، اسے دین میں نیا اضافہ سمجھا جائے گا، یہ بدعت قرار دیا جائے گا اور بدعت کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

غور کیجئے! سورۂ اخلاص (قل هو الله احد) کے کتنے فضائل ہیں، لیکن اذان سے پہلے وہ صرف مباح کے درجہ میں ہے، اب اگر کوئی شخص یا کوئی مؤذن ہر اذان سے پہلے تین مرتبہ "قل هو الله" پڑھنے کا اہتمام کرے گا اور اذان سے پہلے "قل هو الله" پڑھنے کو توحید کی علامت قرار دے گا اور جو اذان سے پہلے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" نہ پڑھے تو اس کے موحّد ہونے میں شک کرنے لگے گا تو کیا یہ طریقہ دین میں اضافہ نہیں ہوگا؟ کیا یہ بدعت نہیں بن جائیگا؟

پھر اس بدعت کی سب سے بڑی اور بدترین شکل یہ ہے کہ کسی ناجائز یا مکروہ کام یا چیز کو دین کا حصہ قرار دے دیا جائے (أعاذنا الله من ذلك) جیسے آتش بازی، پٹاخے جلانا، جو بذات خود مضر، تکلیف دہ گناہ کے کام ہیں، اور اسراف کی وجہ سے بھی ممنوع ہیں انہیں دین کی مبارک راتوں میں دین کا حصہ سمجھ کر کیا جاتا ہے یہ بدعت کی وہ بدترین صورت ہے جو حدیث شریف کے آنے والے حصہ "انتحال المبطلين" میں داخل ہے یعنی باطل لوگ دین کی طرف غلط باتوں کو منسوب کرنے لگیں گے۔

(ب) باطل نظریات والے دین کی طرف غلط باتوں کو منسوب کرنے لگتے ہیں

حدیث شریف میں جس دوسرے طبقہ اور اس کی پیدا کی جانے والی خرابی کا ذکر کیا گیا ہے وہ باطل لوگوں کی طرف سے دین میں غلط باتوں کو شامل کرنے کی خرابی ہے، حدیث شریف میں اس کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا گیا "وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ"۔

تشریح: "انتحال" کے معنی غلط نسبت ہے یعنی کسی کی طرف غلط بات منسوب کرنا اور "مبطلین" کے معنی ہیں باطل لوگ، اور حدیث شریف کے اس حصہ کا مطلب یہ ہے کہ دین میں دوسری خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ باطل لوگ دین کی طرف ایسی باتوں کو منسوب کرنے لگتے ہیں جن کا دین سے تعلق نہیں ہے۔

اس کی ایک مثال ابھی گذری کہ آتش بازی اور پٹاخے جو گناہ تھے انہیں دینداری کی علامت

قرار دے کر دین کی جانب اس کی غلط نسبت کی جائے، یہ بلا شبہ باطل لوگوں کی طرف سے دین کی طرف غلط انتساب ہے، اسی میں وہ صورتیں بھی داخل ہو جاتی ہیں جو آج کل کے نام نہاد اسکالرز اختیار کرتے ہیں کہ جن چیزوں کی دین میں کوئی حیثیت نہیں بلکہ وہ دین کے خلاف ہیں انہیں دین کا حصہ قرار دینے کی ناکام کوشش کی جائے، یا دین کے مجمع علیہ اور متفق علیہ مسائل کو دین سے خارج کرنے کی کوشش کی جائے، ٹی وی اور اخبارات کے مذاکروں اور تحریروں میں اس قسم کے مناظر سنائی دیتے رہتے ہیں، ایک اسکالر فنون لطیفہ کو اسلام کا حصہ قرار دے کر موسیقی اور بت تراشی کو اسلامی نقطۂ نظر سے جائز قرار دینے کی کوشش فرماتے ہیں، ایک صحافی عربی زبان سے مسلمان بچوں کی جان چھڑانے کے لیے پورا کالم تحریر کر دیتے ہیں، کوئی صاحب سال میں صرف ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کے لیے جانور کی قربانی کو بھی ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ خود سارا سال بکرے ذبح کر کے کھاتے اور کھلاتے رہیں، کوئی صاحب اقلیتوں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کے بنیادی اصولوں کو بھی دین سے خارج کرنے کی سعی کرتے ہیں، کوئی آدمی سرے سے عذاب قبر ہی کا انکار کرنا شروع کر دیتا ہے، کوئی تقدیر کا انکار کرتا ہے، کوئی حدیث شریف کا منکر بنتا ہے، کوئی ختم نبوت کا منکر ہے تو کوئی نزول عیسیٰ کا منکر ہے یہ سب باطل لوگوں کی وہ کوششیں ہیں جن کے ذریعہ وہ دین کی مستحکم عمارت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، اب سلف صالحین کے سچے جانشین علماء کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ان باطل طبقات کی غلط باتوں کو تحریر و تقریر، وعظ و نصیحت، مکالمہ اور مذاکرہ کے ذریعہ دور کریں تاکہ دین کی مضبوط عمارت اسی طرح مستحکم رہے جس طرح وہ چودہ سو سال سے چلی آرہی ہے۔

(ج) جاہل اور دین سے ناواقف لوگ دین میں غلط تاویلات کرنے لگتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں جس تیسرے طبقے اور اس کی خرابیوں کا ذکر کیا ہے وہ جاہلوں کی غلط تاویلات ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: "وتأويل الجاهلين" یعنی وہ سچے علماء جو عادل ہوں گے اس علم دین سے جاہل لوگوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ دین میں تیسری خرابی ان

جاہل، ناواقف لوگوں کی طرف سے پیدا ہوتی ہے جو غلط تاویلات کے ذریعہ دین اور علم دین میں خرابی کا ذریعہ بنتے ہیں اس کی ایک مثال یہ جملہ ہے ''اجی، اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں'' عام آدمی یہ جملہ کہتا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر مغفرت کرنے والے اور اُرحم الراحمین ہیں، لیکن اس جملہ کی آڑ میں کہنے والا گناہ کرنے کا جواز اور دوسروں کے حقوق مارنے کی اجازت کا جو بہانا بناتا ہے اس کے غلط ہونے میں کیا شبہ ہے؟۔

''بس جی دل پاک ہونا چاہئے'' یہ جملہ بھی سننے میں آتا رہتا ہے یعنی ہم آنکھوں سے، زبان سے اور ہاتھ پیروں سے جو بھی بدکاری کریں، بے حیائی کا اقدام کریں وہ ایک طرف، بس دل پاک صاف رہنا چاہئے، اب یہ غلط تاویل، جہالت کے سوا کیا ہے؟ بلکہ جہالت سے بڑھ کر چوری اور سینہ زوری تک پہنچ جاتی ہے۔

''یہ کاغذ، یہ میسج اتنے لوگوں کو آگے پہنچاؤ ورنہ..........'' اس طرح کی تحریریں تقریباً سب کی سب شرعی ثبوت کے بغیر ہوتی ہیں اور جہالت کی پیداوار ہوتی ہیں جن کے ذریعہ مسلمانوں کو خوفزدہ کیا جاتا ہے۔

اسی طرح عوام الناس بغیر سوچے سمجھے اور تحقیق کئے بغیر اقوال اور واقعات حدیث شریف کے نام پر ایک دوسرے کو بھیجتے رہتے ہیں حالانکہ وہ کسی بھی مستند روایت یا کسی بھی صحیح حدیث شریف سے ثابت نہیں ہوتے، اور اس طرح بغیر تحقیق کسی کی طرف بھی کوئی بات منسوب کرنا جائز نہیں چہ جائیکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کی جائے، صحیح حدیث شریف میں ارشاد ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (بخاری شریف بحوالہ مرقاۃ: ۱/۲۶۵)۔

جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اور حدیث شریف میں ارشاد ہے:

اِتَّقُوا الْحَدِيْثَ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ. (رواہ الترمذی بحوالہ مرقاۃ: ۱/۲۹۱)۔

مجھ سے حدیثیں نقل کرنے سے بچو، اِلَّا یہ کہ تمہیں علم ہو۔

لہٰذا جب تک کسی حدیث کے حدیث شریف ہونے کی باقاعدہ تصدیق نہ ہو جائے اسے بطورِ حدیث آگے نقل کرنا جائز نہیں ہے۔

حدیث شریف کا خلاصہ

اب خلاصہ یہ ہوا کہ صحیح عالم دین وہ ہوں گے جو سلف صالحین کے سچے جانشین ہوں اور انصاف کرنے والے ہوں ایسے علماء درج ذیل تین طبقات کی طرف سے پیدا کی جانے والی خرابیوں کو دور کر کے دین اور علم دین کو اپنی اصلی شکل میں محفوظ رکھیں گے:

(الف) غلو کرنے والے دیندار دینی احکام میں جو تحریف کرتے ہیں اسے ختم کریں گے۔

(ب) باطل فرقوں اور باطل نظریات والے دین کی طرف جن غلط باتوں کی نسبت کرتے ہیں اسے ختم کریں گے۔

(ج) جاہل اور ناواقف لوگ جو دین میں غلط تاویلات اور غلط تشریحات کر کے خرابی پھیلاتے ہیں اس کا خاتمہ کریں گے۔

علماء کرام کی ذمہ داریاں

چونکہ اس حدیث میں بنیادی طور پر علماء کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے اس لیے قابل احترام علماء کرام کی خدمت میں اور اپنے ان ساتھی طالب علموں کی خدمت میں جو آگے ''علماء کرام'' بن کر امت کی قیادت کرنا چاہتے ہیں گذارش ہے کہ وہ درج ذیل ذمہ داریوں کا احساس فرمائیں، جو اِس حدیث سے معلوم ہوتی ہیں:

ا۔ وہ سلف صالحین کے سچے جانشین بنیں، علم میں بھی عمل میں بھی، اخلاق و کردار میں بھی، سلفِ صالحین زہد و استغناء، صبر و شکر، تواضع و عبدیت کی جو شان رکھتے تھے وہ آنے والے علماء میں ہونی ضروری ہے ورنہ وہ سلف صالحین کے جانشین نہیں ہوں گے، اس کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ دل سے اور زبان سے سلف صالحین کا مکمل احترام کرتے ہوں، اگر ان کی طرف سے سلف صالحین کی شان میں گستاخی، بدزبانی، طنز و استہزاء کی کوئی بات پائی جائے گی تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ان کا سلف صالحین کے

طریقہ سے تعلق نہیں ہے۔

۲۔علماء کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی حال میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں، ان کے اپنے لوگ ہوں یا ان کے دشمن، مالدار ہوں یا غریب، حق گوئی اور حق بات کو ترک کرنا ان کے لیے جائز نہیں ہے، ہاں گفتگو، تحریر وتقریر میں نرمی، حکمت اور موعظۂ حسنہ کو اختیار کرنا لازم ہے جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں قول لین، قول سدید، قول حسن، حکمۃ، موعظہ حسنہ اور جدال بالطریق الحسن کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔دینی مسائل میں بڑی خرابی اپنے ان دیندار حضرات کی طرف سے پیدا ہوتی ہے جو غلو کرکے دینی احکام میں تحریف کا راستہ اختیار کرلیتے ہیں، مذکورہ حدیث میں بھی سب سے پہلے انہی کی خرابی کو ذکر کیا گیا ہے، یہ حضرات بنیادی طور پر دیندار اور مخلص ہوتے ہیں، اپنے اپنے شعبہ میں ان کی قابل قدر دینی خدمات ہوتی ہیں لیکن کسی ایک خاص کام میں مسلسل انہماک کی وجہ سے وہ غلو میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور تحریف احکام میں بھی۔

ایسے مخلص قابل قدر حضرات کی حوصلہ شکنی کرنا یا ان کے سارے جائز اور نیک کاموں پر پانی پھیر دینا درست نہیں ان کے جائز کاموں کو جائز، ان کے اچھے کاموں کو اچھا کہنا بھی ضروری ہے لیکن وہ جس غلو اور تحریف میں مبتلا ہوتے ہیں اسے ان پر بھی واضح کرنا ضروری ہے اور دوسرے لوگوں پر بھی تاکہ دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ رہے۔

۴۔باطل نظریات رکھنے والے لوگ دین کی طرف جو غلط باتیں، غلط نظریات، غلط مسائل منسوب کرتے ہیں انہیں معلوم کرکے ان کا انصاف اور حکمت کے ساتھ رد کرنا بھی ضروری ہے اور یہ عالم دین کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

۵۔جاہل لوگ اور دین سے ناواقف حضرات دین کے بارے میں جو الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں یا غلط تشریحات کے ذریعہ دین کی بدنامی کا ذریعہ بنتے ہیں انہیں بھی رد کرنا اور دین کو ان غلط باتوں سے پاک صاف رکھنا عالم کی ذمہ داری ہے۔

لیکن یہ کام جب کئے جائیں تو اس میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی ان درج ذیل قرآنی ہدایات کا پورا

لحاظ رکھنا لازم ہے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں عالم خود غلطی یا افراط وتفریط میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۱): قول حسن

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (سورۃ البقرۃ:۸۳)۔

(جب کوئی) بات (کہنا ہو تو) اچھی طرح (خوش خلقی سے) کہنا (ترجمہ از حضرت تھانویؒ)۔

حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہ تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

> قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا سے مراد "قولا ذا حُسن" ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب لوگوں سے خطاب کرے تو بات نرم کرے، خوش روئی اور کشادہ دلی سے کرے، چاہے مخاطب نیک ہو یا بد، سنّی ہو یا بدعتی، ہاں دین کے معاملہ میں مداہنت اور اس کی خاطر سے حق پوشی نہ کرے۔(۲۵۴/۱)۔

(۲): حکمت، موعظہ حسنہ اور جدال احسن

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (سورة النحل: ۱۲۵)۔

آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ حضرت تھانویؒ کی تفسیر ''بیان القرآن'' کے خلاصہ میں لکھتے ہیں:

> ''حکمت سے وہ طریقۂ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی گئی ہو جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے کہ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے، اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم ہو، دلخراش اور توہین آمیز نہ ہو، اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے یعنی اگر بحث مباحثہ کی نوبت آجائے تو وہ بھی شدت اور خشونت سے اور مخاطب پر الزام تراشی اور بے انصافی سے خالی ہونا چاہیئے، بس اتنا کام آپ کا ہے پھر اس تحقیق میں نہ پڑیئے کہ کس نے مانا؟ کس نے نہیں مانا؟ یہ کام خدا کا ہے (معارف القرآن:۴۱۸/۵)۔

(۳): قولِ لیّن (نرم بات)

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (سورۃ طہ:۴۴)۔

پھر تم دونوں اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو فرعون کی ہدایت کے لیے بھیجنے کا حکم ایک خاص ہدایت کے ساتھ دیا گیا، اس میں پیغمبرانہ دعوت کا ایک اہم اصول یہ بیان ہوا ہے کہ فریق مخالف کتنا ہی سرکش اور غلط سے غلط عقائد وخیالات کا حامل ہو، اصلاح وہدایت کا فریضہ انجام دینے والوں پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ بھی ہمدردانہ، خیر خواہانہ انداز سے بات نرم کریں، اسی کا نتیجہ ہوسکتا ہے کہ مخاطب کچھ غور وفکر کرنے پر مجبور ہوجائے اور اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوجائے۔

فرعون جو خدائی کا دعویدار، جبار اور ظالم ہے، جو اپنی ذات کی حفاظت کے لیے ہزار ہا بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا مجرم ہے اس کی طرف بھی اللہ تعالیٰ اپنے خاص پیغمبروں کو بھیجتے ہیں تو یہ ہدایت نامہ دے کر بھیجتے ہیں کہ اس سے بات نرم کریں تاکہ اس کو غور وفکر کا موقعہ ملے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ فرعون اپنی سرکشی سے اور گمراہی سے باز آنے والا نہیں ہے مگر اپنے پیغمبروں کو اس اصول کا پابند کرنا تھا جس کے ذریعہ خلق خدا سوچنے سمجھنے پر مجبور ہوکر خدا تعالیٰ کے خوف کی طرف آجائے، فرعون کو ہدایت ہو یا نہ ہو مگر اصول وہ ہونا چاہئے جو ہدایت واصلاح کا ذریعہ بن سکے۔

آج کل جو بہت سے اہل علم اپنے اختلافات میں ایک دوسرے کے خلاف زبان درازی، اور الزام تراشی کو اسلام کی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں انہیں اس پر بہت غور کرنا چاہئے (معارف القرآن:۶/۱۱۰)۔

(۴): قول سدید (سیدھی، سچی بات)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (سورۃ الاحزاب: ۷۰)۔

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی (ترجمہ از شیخ الہندؒ)۔

حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں اس کی یہ تشریح بیان فرمائی ہے:

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو یعنی ہر امر میں اس کی اطاعت کرو اور بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرو راستی کی بات کہو جس میں عدل واعتدال سے تجاوز نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا'' (معارف القرآن:۶/۲۳۸)۔

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ ''قول سدید'' کی مختلف تشریحات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''قرآن کریم نے اس جگہ صادق یا مستقیم وغیرہ کے الفاظ چھوڑ کر سدید کا لفظ اختیار فرمایا کیونکہ لفظ سدید ان تمام اوصاف کا جامع ہے..........قول سدید وہ قول ہے جو سچا ہو، جھوٹ کا اس میں شائبہ نہ ہو، ٹھیک بات ہو، صواب ہو، جس میں خطا کا شائبہ نہ ہو، ٹھیک بات ہو، ہزل یعنی مذاق دل لگی نہ ہو، نرم کلام ہو، دل خراش نہ ہو'' (معارف القرآن:۶/۲۴۰)۔

(۵): نرمی کی تاکید اور سختی، تشدد سے اجتناب

صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں معروف واقعہ ہے کہ یہودی [۱] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سلام کی جگہ بد دعا کے کلمات کہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی اس حرکت کو محسوس کیا اور ان کو سخت الفاظ میں جواب دیا اگر چہ اس میں صرف دو لفظ سخت تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو سخت لفظوں کو بھی پسند نہیں کیا اور فرمایا:

مَهْلاً يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ (صحيح بخاری، فتح الباری: ۱۰/۴۴۹)۔

اے عائشہ ٹھہرو! بے شک اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے:

---

[۱] واضح رہے کہ قرآن کریم نے یہودیوں اور مشرکین کو مسلمانوں کے لیے'' اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً '' فرمایا ہے یعنی یہ مسلمانوں کے سخت ترین دشمن ہیں (سورۃ المائدۃ:۸۲)۔

إِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالاَ یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ نرم ہے، نرمی پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ فوائد عطا کرتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا''

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں:

إِنَّ الرِّفْقَ لاَیَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ إِلاَّ زَانَہٗ وَلاَ یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ إِلاَّ شَانَہٗ۔

بے شک نرمی جس چیز میں بھی ہوتی اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی کھینچ لی جائے وہ چیز عیب دار ہو جاتی ہے۔ (فتح الباری حوالہ مذکورہ بالا)۔

لہٰذا سامنے یہودی ہوں یا مشرکین، گمراہ فرقوں کے لوگ ہوں یا غلطی میں مبتلا احباب، اپنی زبان، اپنی گفتگو اور اپنے لہجہ کو خراب کرنے کی اجازت نہیں، لہٰذا مسئلہ تو حق ہی بتانا ضروری ہے لیکن گفتگو، لہجہ اور انداز وہ ہونا ضروری ہے جو مندرجہ بالا قرآنی آیات اور حدیث شریف سے ثابت ہے دوسروں کی غلطی دور کرنے کے لیے خود غلطی میں مبتلا ہو جانا یا سخت کلامی، بد تہذیبی اور تشدد پر مبنی گفتگو کا طریقہ اختیار کرنا عقلمندی کی بات نہیں ہے، اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل محض سے قرآن وحدیث کا صحیح اتباع کرنے کی توفیق سے نوازے اور اُن قابلِ قدر وقابلِ احترام حاملین علم دین کی صفات حسنہ میں سے ہمیں بھی حصۂ وافر عطا فرمائیں جن کا ذکر اوپر گذرا۔

وللہ الحمد أولا وآخرا وظاهرا وباطنا وصلّی اللّٰہ وسلّم وبارك علی حبیبنا وسیدنا وشفیعنا محمد وآله وصحبه وأزواجه وذریته ومن تبعهم بإحسان إلی یوم الدین۔

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہ
۲۰ شعبان ۱۴۳۰ھ

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حج اکبر سے کیا مراد ہے؟

تفسیر معارف القرآن سے اقتباس

اس میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، فاروق اعظمؓ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ نے فرمایا کہ یوم الحج الاکبر سے مراد یوم عرفہ ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے اَلْحَجُّ عَرَفَۃٌ (ابوداؤد، ترمذی)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد یوم النحر یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے حضرت سفیان ثوری اور بعض دوسرے ائمہ نے ان سب اقوال کو جمع کرنے کیلئے فرمایا کہ حج کے پانچوں دن یوم الحج الاکبر کا مصداق ہیں جن میں عرفہ اور یوم النحر دونوں داخل ہیں اور لفظ یوم مفرد لانا اس محاورہ کے مطابق ہے جیسے غزوۂ بدر کے چند ایام کو قرآن کریم میں یَوْمُ الْفُرْقَان کے مفرد نام سے تعبیر کیا ہے۔ اور عرب کی عام جنگوں کو لفظ یوم ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اگرچہ اُن میں کتنے ہی ایام صرف ہوئے ہوں، جیسے یوم بعاث یوم احد وغیرہ، اور چونکہ عمرہ کو حج اصغر یعنی چھوٹا حج کہا جاتا ہے اُس سے ممتاز کرنے کیلئے حج کو حج اکبر کہا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی اصطلاح میں ہر سال کا حج حج اکبر ہی ہے، عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی حج اکبر ہے اس کی اصلیت اس کے سوا نہیں ہے کہ اتفاقی طور پر جس سال رسول کریم ﷺ کا حجۃ الوداع ہوا ہے اُس میں عرفہ بروز جمعہ ہوا تھا۔ یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے مگر آیت مذکورہ کے مفہوم سے اس کا تعلق نہیں۔

امام جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ ایام حج کو حج اکبر فرمانے سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا کہ ایام حج میں عمرہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ان ایام کو قرآن کریم نے حج اکبر کے لیے مخصوص فرما دیا ہے۔

(تفسیر معارف القرآن صفحہ نمبر ۳۱۴ جلد چہارم)

قارئین ''البلاغ'' کیلئے ضروری اعلان

ماہنامہ ''البلاغ'' کے اکثر قارئین کی مدت خریداری ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ پر ختم ہو رہی ہے اُن سے درخواست ہے کہ آئندہ سال محرم ۱۴۳۱ھ تا ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ کا سالانہ زرِتعاون مبلغ (-/۳۰۰) تین سو روپیہ جلد از جلد روانہ فرمائیں (بذریعہ رجسٹری -/۴۲۰ روپے) تاکہ منی آرڈر تاخیر سے موصول ہونے کی وجہ سے جو دفتری مشکلات پیش آتی ہیں ان کا سدباب ہو سکے۔

☆......قارئین بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ بینک ڈرافٹ روانہ کرنے کی صورت میں ماہنامہ ''البلاغ'' کے ساتھ میزان بینک لمیٹڈ کورنگی انڈسٹریل ایریا برانچ اکاؤنٹ نمبر 0109-036-153 ضرور تحریر فرمائیں۔

☆......ایسے حضرات جو ماہنامہ ''البلاغ'' کی خریداری آئندہ جاری رکھنا نہیں چاہتے اُن سے بھی درخواست ہے کہ اپنے خریداری نمبر کے حوالے کے ساتھ دفتر ''البلاغ'' کو جلد از جلد مطلع فرمائیں۔

☆......سالانہ زرِتعاون نہ ملنے اور ماہنامہ ''البلاغ'' آئندہ جاری رکھنے کے بارے میں کوئی اطلاع موصول نہ ہونے کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ آپ سالانہ زرِتعاون بذریعہ وی۔ پی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ایسی صورت میں قارئین کو محرم ۱۴۳۰ھ کا شمارہ وی۔ پی (V-P) کے ذریعہ روانہ کیا جائے گا۔جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

☆......غیر ملکی ممبران سے بھی درخواست ہے کہ وہ ادارے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے خریداری کی مدت ختم ہوتے ہی پہلے صفحہ پر شائع شدہ سالانہ زرِتعاون کی شرح کے مطابق زرِسالانہ روانہ فرمائیں۔

☆......منی آرڈر / بینک ڈرافٹ روانہ کرتے وقت نیز ادارے سے کسی بھی قسم کی خط و کتابت کی صورت میں اپنا ''خریداری'' نمبر لکھنا نہ بھولئے۔

☆......زرِتعاون براہِ راست بینک میں جمع کرانے پر دفتر البلاغ کو ضرور مطلع فرمائیں۔شکریہ

ناظم ماہنامہ ''البلاغ''

جامعہ دارالعلوم کراچی
کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی پوسٹ کوڈ 75180

ادارہ

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ چند یادیں

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ امام اہلِ سنت کے حالات زندگی پر مجلّہ ''المصطفیٰ'' کی خصوصی اشاعت کیلئے رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے جناب حمزہ صاحب نے اپنے تاثرات تحریر فرمانے کی فرمائش کی تھی جس کے جواب میں حضرت والا مدظلہم نے ذیل کا مضمون ایک خط کی صورت میں ارسال فرمایا۔ جو نذر قارئین ہے۔..................(ادارہ)

عزیز محترم مولانا سرفراز حسن خان حمزہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خدا کرے آپ تمام بہن بھائی مع اہلِ خانہ بخیر وعافیت ہوں۔

گرامی نامہ مورخہ: ۱/۶/۲۰۰۹ء نظر نواز ہوا، یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ ''دارالعلوم مدنیہ بہاولپور'' نے امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے، اور ان کے قابل قدر حالات و واقعات کو منظر عام پر لانے کیلئے مجلّہ ''المصطفیٰ'' کا خصوصی نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نیک مقصد میں بآسانی وبحسن وخوبی کامیابی عطا فرمائے۔ چند یادیں درج کرتا ہوں، آپ چاہیں تو میری طرف سے انہی کو شائع فرمادیجئے۔

ناچیز کو حضرت امام اہل السنۃ موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی واقفیت اس وقت ہوئی جب ۱۳۷۹ھ میں اپنے دورۂ حدیث کے دوران ہم نے استاذ محترم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم سے درس ترمذی میں بار بار ان کی کتابوں کا حوالہ سنا، اور جوں جوں ان کی تحقیقات اختلافی مسائل میں سامنے آتی گئیں، ان کی وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نظر کا نقش دل پر گہرا ہوتا گیا۔

لیکن پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ شوال ۱۳۹۶ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۶ء میں ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تعزیت کیلئے دارالعلوم کراچی تشریف لائے، اس ملاقات سے محبت وعقیدت کا نقش اور گہرا ہوا، اور غالباً اسی وقت

انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ انہیں بھی ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے تلمّذ کا شرف حاصل ہے۔

پھر ۱۹۸۶ء کی دہائی میں ناچیز لاہور سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں گکھڑ منڈی خاص اس مقصد کیلئے حاضر ہوا کہ دیوبندی اور بریلوی مکاتبِ فکر کے درمیان جو خلیج بڑھتی جارہی ہے اسے کم، بلکہ ختم کرنے کی راہ تلاش کی جائے، اس مقصد کیلئے پہلے ہی ہماری کئی ملاقاتیں مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب سابق مہتمم دارالعلوم نعیمیہ لاہور، مفتی ظفر علی نعمانی سابق مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی، علامہ عبدالمصطفیٰ الأزہری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی، اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی۔ وغیرھم ۔رحمھم اللہ۔ سے ہوچکی تھیں، ان سب حضرات کا تعلق بریلوی مکتبۂ فکر سے ہے، ان ملاقاتوں سے میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ عقائد کے باب میں دونوں مکاتب فکر کا اختلاف بڑی حد تک صرف تعبیر اور الفاظ کا اختلاف ہے، حقیقت میں ایسا کوئی اختلاف عقائد کے باب میں نہیں ہے کہ جس کی بناء پر ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق قرار دیا جائے، ہاں بہت سے اعمال میں یہ اختلاف ضرور ہے کہ ہم انہیں بدعت کہتے ہیں، اور ان کے نزدیک وہ بدعت میں داخل نہیں۔

مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے تو، مجھ سے اور برادرِ عزیز مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے پوری وضاحت سے یہ کہا تھا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا باعث حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حفظ الإیمان'' کی چند سطری عبارت ہے، اس عبارت کو بیچ سے نکال دیا جائے تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان عقائد کا کوئی اختلاف نہیں، اس پر ہم نے ان سے کہا تھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سرتاج ہیں، اور ان کی اُس عبارت کے جو معنیٰ بہت سے حضرات نے بیان کئے ہیں ہمیں یقین ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس باطل معنی کے مراد لینے سے بالکل بری ہیں اور حضرت حکیم الامت جیسی حب رسول سے سرشار شخصیت کے بارے میں دور دور امکان نہیں کہ انہوں نے ایسے غلط معنیٰ مراد لئے ہوں، اس عبارت کے جو صحیح معنیٰ ذراسی توجہ سے سمجھ میں آجاتے ہیں، وہی حضرت کی بھی مراد ہے، چنانچہ انہوں نے بعد میں اس کی وضاحت بھی فرمادی تھی اور اس غلط معنی سے مکمل براءت کا بھی دوٹوک اعلان فرمادیا تھا، لیکن اگر ان کی اس عبارت کو شائع کرنے سے روک دینا، امت کو پھوٹ سے بچانے، اور ان دونوں مکاتب فکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے، اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟ اس کیلئے مشورے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اور آپ کو مل کر اس کیلئے پیش رفت

کرنی چاہئے، اور طے ہوا تھا کہ دونوں طرف کے علماءِ کرام کا اجتماع اس غرض کیلئے بلایا جائے گا۔ لیکن ملک میں اچانک ایسے حالات پیش آئے اور آتے گئے کہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکا۔

پھر صدر ضیاء الحق صاحب مرحوم کے دور میں بریلوی مکتبۂ فکر کے مشہور عالم دین مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحبؒ نے مجھ سے اسلام آباد میں علماء کنونشن کے موقع پر ملاقات فرمائی، جو ہماری پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی، کیونکہ اس کے تقریباً ڈیڑھ دو مہینے بعد ان کا کراچی میں انتقال ہوگیا، اس ملاقات میں مولانا اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے واضح الفاظ میں یہ فرمایا تھا کہ امت میں جو پھوٹ پڑی ہوئی ہے، مجھے خطرہ ہے کہ اس کے بارے میں آخرت میں ہم سے پوچھ ہوگی، میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنی تقریروں میں بار بار سخت کلامی کی ہے، لیکن جب میں نے ان کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہمارے اور ان کے عقائد میں کوئی فرق نہیں۔ اور ان کی کتاب ''حفظ الایمان'' کی جو چند سطری عبارت اب تک کشیدگی کا باعث بنی رہی ہے، اُس کے بارے میں مولانا اوکاڑوی صاحب نے فرمایا کہ اب تو خود حضرت تھانویؒ ہی کے قلم سے اس کی ایسی توضیح اور توجیہ شائع ہوگئی ہے کہ اس کے بعد یہ عبارت بھی نزاعی نہیں رہی، اس لئے مجھے آپ دونوں بھائیوں سے توقع ہے کہ اگر ہم مل کر کام کریں تو اُمت کو پھوٹ سے بچایا جاسکتا ہے، ورنہ اللہ کے یہاں ہم سے پوچھ ہوگی۔

میں نے ان سے کہا تھا کہ یہ تو آپ میرے دل کی بات کہہ رہے ہیں، ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری کئی سال اس کوشش میں صرف فرمائے ہیں، اور میں بھی کئی سال سے اس کاوش میں لگا ہوا ہوں، چنانچہ میرے اور مولانا اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان طے ہوا کہ وہ اور ہم اپنے اپنے رفقاء اور اہلِ علم سے رابطہ کر کے اس میں پیش رفت کریں گے، پھر دونوں طرف کے خاص خاص علماءِ کرام کا مشترک اجلاس ہوگا، پھر نسبتہً بڑے پیمانے پر دونوں طرف کے حضرات کا دوسرا اجلاس ہوگا، ان اجلاسوں میں اتفاق ہوجانے کے بعد ملک گیر پیمانے پر دونوں طرف کے علماء و مشائخ کا کنونشن بلا کر اس میں اعلان کردیا جائے گا کہ عقائد میں اب ہمارا کوئی اختلاف نہیں۔

لیکن کراچی واپس آکر ناچیز کا اہلِ علم سے مشوروں کا سلسلہ جاری ہی تھا۔ اور اس کا طریقۂ کار بڑے پیمانے پر طے کیا جارہا تھا کہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرمائے۔

بعد ازاں ان کے صاحب زادے مولانا کوکب نورانی صاحب سے کئی بار ملاقاتیں ہوئیں، وہ بھی کئی بار دارالعلوم کراچی تشریف لائے، اور ہر بار مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کی اس ملاقات کا ذکر آیا، لیکن افسوس ہے کہ اس کے بعد بھی کوئی عملی پیش رفت نہ ہوسکی، اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور مسلمانوں کی سادہ لوحی یا جذباتیت کے باعث یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ تھا وہ پس منظر جس کے تحت ناچیز امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے اور رہنمائی حاصل کرنے کیلئے گکھڑ منڈی حاضر ہوا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت شفقت فرمائی، اور جس مقصد کیلئے حاضر ہوا تھا اس پر مسرت کا بھی اظہار فرمایا، اور اس کی تائید فرمائی۔ لیکن طبیعت ناساز تھی، زیادہ گفتگو نہ ہوسکی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس کے بعد بھی۔ الحمدللہ۔ حضرت کی زیارت کیلئے کراچی میں حاضری ہوئی، اور گکھڑ منڈی بھی کئی بار حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہی، ابھی دو تین سال پہلے اللہ رب العالمین نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ناچیز کو شرف تلمذ بھی اس طرح عطا فرمایا کہ گکھڑ منڈی میں دولت خانے پر حاضر ہوکر ناچیز نے اجازتِ روایتِ حدیث کی درخواست کی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بطیبِ خاطر منظور فرما کر تحریری اجازت سے سرفراز فرمایا۔

کئی سال سے حضرت کی یہ خاص عنایت بھی ناچیز پر رہی ہے کہ اپنے لائق فرزندان کے ذریعہ ازخود بھی ٹیلیفون کر کے خیریت معلوم فرماتے رہے، جو ناچیز کیلئے باعث برکت ومسرت بھی ہے اور باعث تقویت بھی۔

ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی کامل مغفرت فرمائے، درجات عالیہ سے نوازے، اور ان کی برکات سے ہمیں اور عالم اسلام کو محروم نہ فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین
(محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ)
رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

پاکیزہ کمائی
کی خاص شرائط
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:
"سب سے زیادہ پاک کمائی تاجروں کی کمائی ہے، بشرطیکہ وہ جب بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، اور جب وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں، اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کریں، اور جب کوئی سامان (کسی سے) خریدیں تو (تاجروں کی عادت کے مطابق) اُس سامان کو بُرا اور خراب نہ بتائیں، اور جب سامان فروخت کریں تو (واقعہ کے خلاف) اس کی تعریف نہ کریں، اور جب ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو ٹلائیں نہیں، اور جب اُن کا قرض کسی کے ذمہ ہو تو اس کو تنگ نہ کریں"۔
(معارف القرآن ۲:۳۷۹)
معین احمد جیولرز
دکان نمبر 9 علی سینٹر۔ نزد حبیب بینک طارق روڈ برانچ
بالمقابل سن شائن سوئٹ کراچی۔ 34537265.....34539989
www.deeneislam.com

محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین سے درخواست ہے کہ صرف ایسے علمی، ادبی اور معاشرتی سوالات ارسال کئے جائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے پرہیز کیجئے۔ (ادارہ)

سوال:۔ میرا ایک میڈیکل اسٹور ہے۔ جس میں ادویات کا کاروبار کرتا ہوں اور اس میں کچھ جنرل آئٹم بھی ہوتے ہیں۔ اور کچھ دیگر ادویات بھی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہماری گورنمنٹ کے قانون کے مطابق ہر میڈیکل اسٹور کے نام پر ایک (Drug Licence) جاری کیا جاتا ہے اس کی قیمت تقریباً چھ ہزار روپے ہوتی ہے اور یہ لائسنس ہماری گورنمنٹ ہر اُس شخص کو بنا دیتی ہے جو اُن کو لائسنس کی رقم ادا کردے خواہ وہ (Qualified Despensor) ہو یا نہ ہو اس کے علاوہ اگر کوئی میڈیکل اسٹور والا کوالیفائڈ ڈسپنسر نہیں ہے تو اس کو یہ اپنے پاس سے اُس لائسنس والے اسٹور کی نگرانی کیلئے کوالیفائڈ ڈسپنسر مہیا کرتے ہیں تاکہ وہ اُس اسٹور والے کی نگرانی کریں، غلط ادویات کے اعتبار سے، ایکسپائر ادویات کے اعتبار سے وغیرہ وغیرہ۔ یہ کوالیفائڈ ڈسپنسر اُن اسٹور والوں کیلئے مقرر ہوتے ہیں جن کے پاس لائسنس ہو۔ یہ اُس لائسنس ہولڈر سے مہینے کے تین سو روپے بطور نگرانی کے لیتے ہیں۔ لیکن نگرانی کسی قسم کی نہیں ہوتی۔ الا ماشا اللہ کبھی کوئی آجائے تو آجائے۔ ہاں اگر لائسنس نہ ہو تو گورنمنٹ کے ڈرگ انسپکٹر اسٹور والوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ:

(۱) ڈرگ لائسنس کے نہ بنانے پر ہماری روزی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) کوالیفائڈ ڈسپنسر کو تین سو روپے دینے پر کیا احکامات ہیں؟ (ظل یاسین)

جواب:۔ (۱) سوال میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق ڈرگ لائسنس یعنی دوائی کا لائسنس میڈیکل اسٹور

چلانے کیلئے حکومت کی طرف سے اجازت نامہ ہے، اگر کوئی شخص مذکورہ لائسنس بنائے بغیر اسٹور چلاتا ہے تو وہ حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے جبکہ حکومت اگر لوگوں کے مفاد کیلئے کوئی قانون وضع کردے اور اس میں کوئی شرعی قباحت بھی نہ ہو تو اس کی پابندی کرنا شرعاً بھی لازم ہو جاتا ہے، اس لئے اس کی مخالفت کرنا کسی کیلئے جائز نہیں اس مخالفت سے احتراز لازم ہے، تاہم جو کمائی صحیح ادویات بیچ کر حاصل کی گئی اور اس میں حرمت کی اور کوئی علت نہ ہو تو وہ حلال ہے۔

(۲) کوالیفائڈ ڈسپنسر یعنی حکومت کی طرف سے مقرر شدہ نگران اور اسٹور والے کے درمیان چونکہ شروع میں معاہدہ ہوتا ہے کہ مذکورہ نگران دوائیوں کی نگرانی کر کے مہینے کا تین سو روپے بطور اجرت لے لے گا، لہٰذا اس معاہدے کی بناء پر تین سو روپے مذکورہ نگران کو دینے چاہئیں بشرطیکہ وہ صحیح طریقے سے نگرانی کرے لیکن اگر وہ نگرانی کئے بغیر پیسے وصول کرتا ہے تو یہ پیسے اس کیلئے حلال نہیں۔

سوال:۔ ہمارے ہاں بعض صرّاف اس طرح کرتے ہیں کہ کسی کو قرض کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ صرّاف سے کہتا ہے کہ مجھے ایک ہزار ڈالر کی ضرورت ہے مثلاً دس یا پندرہ دن کے بعد واپس کردوں گا لیکن وہ صرّاف ایسے دینے کیلئے راضی نہیں ہوتا اس کیلئے یہ حیلہ کرتا ہے کہ ایک ہزار کے بدلے اس شخص کو بازار کی قیمت سے کم قیمت پر افغانی رقم دیدیتا ہے اور اس شخص کو ایک ہزار ڈالر کا مقروض کردیتا ہے مثلاً اگر ایک ڈالر کی قیمت ۵۰ روپے افغانی ہو تو صراف فی ڈالر ۴۹ روپے افغانی کے حساب سے افغانی روپے دیتا ہے اور اس شخص کو ڈالر دینا پڑتا ہے، کیا یہ معاملہ درست ہے؟ کل قرض جر نفعا میں داخل ہے؟

جواب:۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ معاملہ جائز نہیں کیونکہ یہ سود کمانے کا حیلہ ہے جس سے بچنا ضروری ہے، البتہ تین شرطوں کے ساتھ یہ معاملہ درست اور جائز ہوگا جو ذیل میں مذکور ہیں:

۱) مجلسِ عقد میں ہی قرض لینے والا افغانی رقم پر قبضہ کرلے۔

۲) مختلف مدتوں میں سے ایک مدت کی تعین کردی جائے کہ فلاں تاریخ کو صرّاف امریکی ڈالر وصول کرلے گا۔

۳) جس دن عقد ہوا ہے اور صرّاف نے افغانی رقم ادا کی ہے اس دن افغانی رقم کے مقابلے میں

بازاری قیمت کے مطابق جتنے امریکی ڈالر آتے ہیں، مقررہ مدت کے بعد صرّاف صرف اتنے ہی امریکی ڈالر وصول کرلے گا، ہر حال میں ہزار امریکی ڈالر وصول کرنا اس کیلئے جائز نہ ہوگا اگر زائد وصول کرے گا تو وہ سود ہوگا اور حرام ہوگا۔

سوال:۔ آجکل عموماً عطروں میں الکوحل ملی ہوئی ہوتی ہے ان کا استعمال جائز ہے جبکہ اس کے استعمال کی اشد ضرورت بھی نہیں ہے؟

جواب:۔ اگر کسی عطر کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم ہو کہ اس میں انگور، کشمش، منقیٰ، کھجور کی شراب سے بنایا ہوا الکحل ملایا گیا ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں، لیکن وہ عطر جس میں مذکورہ بالا چار چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز (مثلاً سبزی، آلو، گندم وغیرہ) سے بنایا ہوا الکحل ملایا گیا ہو تو اس عطر کا استعمال جائز ہے اور آجکل کی عطروں میں عموماً یہی الکحل ملایا جاتا ہے اور جس عطر کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ اس میں کونسی قسم کا الکحل ملایا گیا ہے تو اس کی ناپاکی مشکوک ہے جس کی وجہ سے اس کا استعمال جائز ہے، البتہ احتیاط کرنا بہتر ہے۔

سوال:۔ مسجد میں سونا جبکہ معقول عذر بھی نہ ہو، بنیتِ اعتکاف درست ہے؟ مثلاً کوئی طالبعلم یا محلّہ کا آدمی گرمی سے بچنے کیلئے مسجد میں سوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

جواب:۔ بلاعذر مسجد میں نہ سونا چاہئے مکروہ ہے البتہ معتبر عذر میں بنیتِ اعتکاف مسجد میں سونے کی گنجائش ہے۔

سوال:۔ ایک شخص پر زرعی بینک کا قرضہ ہے اور وہ قرضہ اتنا ہے کہ اپنی آمدنی سے ادا نہیں کرسکتا ہے تو کیا اب وہ مذید قرضہ لے کر سابقہ اور حالیہ قرضہ اتار سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کے پاس دو راستے ہیں یا مذید قرضہ لینا یا جائیداد فروخت کرنا۔ (عبدالحمید)

جواب:۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کو اگر بغیر سود کے قرضہ مل سکتا ہے اور اس کے ادا کرنے کی قدرت ہے، تو وہ قرض حسنہ لے کر بینک کا قرضہ ادا کرسکتا ہے اور اگر سود کے بغیر قرضہ نہیں ملتا تو جائیداد بیچ کر بینک کا قرضہ ادا کرنا چاہئے، لیکن سودی قرضہ کسی صورت میں جائز نہیں اس سے بچنا چاہئے۔

☆☆☆

مولانا محمد حنیف خالد

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب وروز

افتتاح بخاری شریف کے اجتماع سے خطاب

۲۹؍شوال ۱۴۳۰ھ (۱۹؍اکتوبر ۲۰۰۹ء) پیر کے روز دوپہر بارہ بجے جامعہ دارالعلوم کراچی کی جدید مسجد کے مرکزی ہال میں افتتاح بخاری شریف کا روح پرور اجتماع منعقد ہوا، اس میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے صحیح بخاری کی پہلی حدیث کا محققانہ و ناصحانہ درس ارشاد فرمایا، درس سے پہلے جب طالبعلم نے حضرت والا مدظلہم کی صحیح بخاری کی سند پڑھی تو اس کے پہلے طریق میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا جبکہ دوسرے طریق میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا تو اس پر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے یہ وضاحت فرمائی کہ میں نے اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے پوری صحیح بخاری اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے، اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے ہم نے پوری صحیح بخاری نہیں پڑھی بلکہ اس کے اطراف پڑھ کر حضرت والد صاحبؒ سے اس کی اجازت لی ہے۔ البتہ موطاء امام مالک اور شمائل ترمذی یہ دو کتابیں ہم نے حضرت والد صاحبؒ سے درساً پڑھی ہیں صحیح بخاری کی جو حدیث اس وقت طالبعلم نے پڑھی ہے یہ ہم نے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے لہٰذا اس حدیث کی عبارت پڑھتے ہوئے طالبعلم کا "حدثکم والدکم" کہنا بھی صحیح ہے۔ اس کے بعد آپ نے دورۂ حدیث اور موقوف علیہ کے طلبہ و طالبات کو حدیث الرحمۃ المسلسل بالأولویۃ کی اجازت عطا فرمائی اور صحیح بخاری کے پہلے باب اور اس کی پہلی حدیث سے متعلق علمی و تحقیقی گفتگو فرمائی اور نیت کی درستگی اور اصلاح باطن پر خاص طور پر زور دیا اور فرمایا کہ ہمارا ملک چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنا نیا تعلیمی سال شروع کر رہے ہیں۔ نیز فرمایا کہ اگر ہم نے اپنی نیتوں کو خالص رکھا اور اپنے عمل کو سنت کے مطابق رکھا، تقوے کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھا تو ان شاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اس تعلیم و تعلم سے نہیں روک سکے گی۔ اس پورے پروگرام میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا قاری محمد حنیف

جالندھری صاحب مدظلہم بھی تشریف فرما رہے، حضرت مولانا رشید اشرف صاحب مدظلہم نے حاضرین کے سامنے ان کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

جامعہ امینیہ للبنات میں افتتاح بخاری شریف کے اجتماع سے خطاب

۵/ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ (۲۵/اکتوبر ۲۰۰۹ء) اتوار۔ جامعہ امینیہ للبنات، کراچی میں بنات کا ایک مدرسہ ہے۔ رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم اس کے سرپرست ہیں، مذکورہ تاریخ کو وہاں افتتاح بخاری شریف کی تقریب منعقد ہوئی، مدرسہ کے منتظم جناب عابد صدیق صاحب کی دعوت پر حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے اس تقریب میں شرکت فرمائی اور منتظمین مدرسہ، معززین شہر، علماء، معلمات، طلباء و طالبات سے آپ نے خطاب فرمایا، خطاب میں آپ نے سب سے پہلے دورۂ حدیث کی طالبات اور مدرسہ کی ان معلمات کو جو درس نظامی کا نصاب پڑھ چکی ہیں حدیث الرحمۃ المسلسل بالاولویۃ پڑھائی اور اسے روایت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اور اس موضوع پر کہ اسلام سراپا رحمت ہے بڑی جامع، مدلل اور چشم کشا گفتگو فرمائی اس کے بعد صحیح بخاری کی پہلی حدیث پر محققانہ وناصحانہ کلام فرمایا۔

حضرت والا دامت برکاتہم ہی کی دعاء پر یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ تمام سامعین کو حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کے اس نصیحت بھرے خطاب پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بیرونی سفر

۱۲/شوال ۱۴۳۰ھ (۲/اکتوبر ۲۰۰۹ء) دارالعلوم کراچی کے نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کراچی سے تاجکستان کے سفر پر روانہ ہوئے جہاں آپ نے پانچ روزہ قیام کے دوران امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر ہونے والی عالمی کانفرنس میں شرکت فرمائی، اور تاجکستانی علماء سے خطاب فرمایا، اور مورخہ ۸/اکتوبر کو کرغیزستان تشریف لے گئے جہاں بشکیک اور اوزجند کا دورہ کیا۔ اس سفر کی مفصل روداد ان شاء اللہ عنقریب شائع ہوگی۔

طلبہ سے خطاب

۱۵/ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ (۴/نومبر ۲۰۰۹ء) بدھ کے روز مغرب کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کی مسجد میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب برکاتہم نے بڑی دلسوزی کے ساتھ طلبہ سے ایک اہم خطاب فرمایا، اس میں حضرت والا مدظلہم نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۸ یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ

آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ پورے کے پورے اسلام میں میں داخل ہو جائیں یہ نہ ہو کہ کچھ تو اسلام میں ہوں اور کچھ کفر میں ہوں، یعنی اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنا ضروری ہے خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے، معاملات و معاشرت سے ہو یا اخلاق سے ان تمام شعبوں میں اسلامی کی تمام تعلیمات پر عمل کیے بغیر کوئی شخص باشرع یا دیندار نہیں بن سکتا۔ اس دوران آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم طلبہ کو ''ساتھی'' کہا کریں کیونکہ آنحضرت ﷺ کے تلامذہ کو ''صحابۂ کرام'' امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کو ''اصحاب ابی حنیفہؒ'' اسی طرح دوسرے ائمۂ کرام کے پاس علم حاصل کرنے والوں کو ''اصحاب الشافعی'' اور اصحاب مالکؒ'' وغیرہ کہا جاتا ہے اور ''صحابۂ واصحاب'' کے الفاظ صحبت سے نکلے ہیں جن میں ساتھی ہونے والا معنی پایا جاتا ہے۔

اپنی اس مؤثر اور شفقت سے بھرپور گفتگو کے دوران آپ نے طلبہ کو دارالعلوم کے قواعد وضوابط پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ طلبہ کیلئے اساتذۂ کرام و قیم صاحبان کی ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ امیر ہیں اور امیر کی اطاعت شرعاً لازم ہے۔

الحمدللہ حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ فکر انگیز اور رہنما خطاب تمام طلبہ نے بڑے شوق و رغبت کے ساتھ سنا، حق تعالیٰ انہیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دعائے صحت

جامعہ دارالعلوم کراچی میں شعبہ تجوید وقرأت کے قدیم استاذ حضرت قاری عبدالملک صاحب مدظلہم چند دنوں سے عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحت عطا فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ جناب مولانا اعجاز احمد صمدانی صاحب زیدمجدہ کے والد ماجد جناب میاں محمد شفیع صاحب ۱۲/۱۳ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ (یکم و ۲ نومبر ۲۰۰۹ء) اتوار و پیر کی درمیانی رات چند ہفتے علیل رہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ حق تعالیٰ پسماندگان کو صبر واجر سے نوازے اور مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر درجات عالیہ عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

بشارت عظمیٰ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جہاں فقیہ عصر، عالم اسرار شریعت، شیخ طریقت، زہد و ورع کے عادی، علم و عمل کے داعی، عدل و انصاف کے قاضی، ماہر قانون و معاشیات اور بے شمار طالبان سلوک کے لئے مرکز فیض رسانی اور اصلاح باطن اور تزکیہ نفس کا مرجع ہیں؛ وہاں آپ درس بخاری شریف کے "کتاب المغازی" میں میدان حرب و ضرب کے مجاہد، شمشیر و سنان کے استاد نظر آتے ہیں آپ کا درس بخاری حوصلہ کو بلند کرتا، ہمت کو بڑھاتا، جذبۂ جہاد کو گرماتا ہے، آپ کی درس مغازی سن کر اور پڑھ کر دانائی اور بصیرت ترقی کرتی، دور اندیشی بڑھتی، حزم و احتیاط کی عادت پیدا ہو جاتی ہے، احقاق حق اور ابطال باطل کی قوت ترقی کرتی اور قوت فیصلہ بڑھ جاتی ہے۔

آیئے! ان علمی جواہر کو زیادہ سے زیادہ طلبہ علم حدیث تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمائیے

نام کتاب.........توثیق الکلام فی الانصات خلف الامام

مصنف .... حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

ضخامت .... ۵۶ صفحات، مناسب طباعت، قیمت: درج نہیں

ملنے کا پتہ .... اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن کراچی

قراءۃ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ ائمۂ سلف کے درمیان معرکۃ الاراء مسئلہ ہے اور ہر فریق نے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں دلائل جمع کئے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پُرمغز رسالہ اس موضوع پر خاص اہمیت کا حامل ہے، جس میں آپ نے حضراتِ احناف کی تائید میں بڑے علمی نکات بیان فرمائے ہیں، اہل علم کیلئے اس کا بغور مطالعہ بے حد مفید ہے۔.........(ابومعاذ)

نام کتاب .... آسان مختصر اور مدلل جمال القرآن

مصنف .... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب جدید .... جناب قاری حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہم

ضخامت .... ۴۱ صفحات، مناسب طباعت، قیمت: درج نہیں

ناشر .... قاری محمد طاہر، رئیس جامعۃ الحبیب قرأت القرآن اکیڈمی چکلالہ روڈ راولپنڈی

اس کتاب میں جمال القرآن کو سہل انداز میں پیش کرنے کیلئے درج ذیل امور کا لحاظ کیا گیا ہے:

۱) عربی اور فارسی الفاظ کی جگہ آسان اردو کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

۲) طویل عبارت کو مختصر کیا گیا ہے تاکہ نفس مسئلہ کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

۳) مجمل یا مشکل عبارت واضح اور آسان لفظوں میں لکھدی گئی ہے۔

۴) طلبہ کے فائدے کیلئے کچھ اضافی باتیں بھی شامل کی گئی ہیں جنہیں ''فائدہ'' کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس تسہیل کے بعد جمال القرآن کو سمجھنا بہت آسان ہوگیا ہے۔ امید ہے کہ طلبۂ تجوید اس کی قدر کریں گے۔...(ابومعاذ)

نام کتاب.......... 365 کہانیاں (تین حصے)

تالیف.......... اختر علی / محمد ناصر درویش

ضخامت.......... حصہ اول: ۱۶۴صفحات، حصہ دوم ۲۱۸ صفحات۔ حصہ سوم ۲۴۱ صفحات، مناسب طباعت، قیمت حصہ اول درج نہیں۔ حصہ دوم۔/۱۴۰ روپے حصہ سوم۔/۱۶۰ روپے

ناشر.......... بیت العلم ٹرسٹ ST-9E بلاک نمبر 8 گلشن اقبال کراچی

زیر نظر کتاب میں بچوں کیلئے قرآن، حدیث، تفسیر اور تاریخی کتابوں سے ۳۶۵ سبق آموز اور دلچسپ کہانیاں جمع کی گئی ہیں جن کا مطالعہ ان شاء اللہ بچوں میں علم وعمل میں اضافے کا سبب ہوگا۔ بچوں کی اچھی تربیت کیلئے مسلمان گھرانوں میں اس کے مطالعے کا اہتمام ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ (ابومعاذ)

نام کتاب.......... اسلامیات (کے جی) عربی تلفظ کی درست ادائیگی کیلئے سی ڈیز اور کیسٹس کی معاونت کے ساتھ

نام مؤلف.......... محمد اویس سرور

ضخامت.......... ۲۴ صفحات، خوبصورت رنگین سرورق، عمدہ طباعت۔ قیمت درج نہیں۔

ناشر.......... اسلامک چلڈرن بکس پاکستان

ملنے کا پتہ.......... ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور۔

اسلامک چلڈرن بکس (آئی سی بی) نے یہ کتاب کے جی کلاس کے بچوں کیلئے شائع کی ہے اس میں چھوٹے بچوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے دین کی بنیادی باتیں بہت آسان انداز میں بیان کی گئی ہیں۔ اور آخر میں مستند حوالہ جات بھی درج کئے گئے ہیں۔ چھوٹے بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت کیلئے اس کتاب کو شاملِ نصاب کرلینا ہماری رائے میں بہت مفید معلوم ہوتا ہے۔.........................(ابومعاذ)

☆☆☆